بسم اللہ الرحمن الرحیم

السعی الاهم فی تحقیق من هو کاسر الصنم ؟

المعروف

بت شکن کون؟

الرسالۃ القصیراء فی تحقیق لقب الحمیراء

المعروف

لقب حمیراء کی تحقیق

تالیف

مولانا محمد اسماعیل میلسوی
فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

اہتمام

مولانا عبدالرؤف صاحب
لودھراں

ناشر
دار النعمان
فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور
03004863819

السعی الاھم فی تحقیق من ھو کاسر الصنم؟

المعروف

بت شکن کون؟

الرسالۃ القصیراء فی تحقیق لقب الحمیراء

المعروف

لقب حمیراء کی تحقیق

تالیف

مولانا محمد اسماعیل میلسوی

فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

اہتمام

مولانا عبد الرؤف صاحب

لودھراں

ناشر: **دار النعمان** فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور

03004863819

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام رسالہ: بت شکن کون؟
لقب حمیراء کی تحقیق

تالیف: مولانا محمد اسماعیل میلسوی
فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا

اہتمام: مولانا عبد الرؤف صاحب لودھروی

ناشر: دار النعمان 03004863819
فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور

سن اشاعت: ذی الحجہ ۱۴۳۶ھ

ملنے کے پتے:

اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

تالیفات اشرفیہ ملتان

مکتبہ صفدریہ نزد مدنی مسجد بہاولپور

مکتبہ اشرفیہ نزد مدنی مسجد بہاولپور

مکتبہ ختم نبوت لاہور

عرضِ مُؤلّف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

ایک مرتبہ ایک خطیب صاحب سے سنا کہ جس حضرت علی ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے کندھے پر اٹھا کر بت گرانے کیلئے کعبہ کی چھت پر چڑھایا تھا، وہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نہیں تھے بلکہ حضرت علی بن ابی العاص ؓ تھے۔ چونکہ بندہ کے ذہن میں یہ تھا کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ تھے اس لیے جب ان خطیب صاحب سے یہ سنا تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس موضوع پر تحقیق کی جائے تاکہ جو حق ہو اسی کو ہی دل و دماغ میں جگہ دی جائے۔ جب میں نے بقصد تحقیق کتب احادیث و سیرت کی ورق گردانی کی تو واضح ہوا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ ہی تھے۔ چنانچہ میں نے سوچا کہ اپنی اس حقیر سی کوشش تحقیق کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ دوسرے بھی اس حقیقت سے روشناس ہوسکیں۔

یہ مختصر سا رسالہ جب مرتب ہوا اور اساتذہ، علماء اور طلبہ سے اس حوالہ سے گفتگو ہوئی تو انھوں نے بندہ سے حوصلہ افزائی کی۔ مولوی عبدالرؤف لودھروی صاحب کے سامنے اس رسالہ کا ذکر ہوا تو انھوں نے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ اس کی اشاعت کا خرچہ بھی برداشت کرلیا۔ میں ان تمام احباب کا شکر گذار ہوں جنھوں نے دامے، درمے، سخنے تعاون کیا۔ یہ رسالہ زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے سامنے ہے، اگر اس میں کسی قسم کا سقم ہو تو بندہ کو ضرور مطلع کیا جائے، بندہ انتہائی شکر گذار ہوگا۔

محمد اسماعیل میلسوی

فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

باسمہ حامدا ومصلیا ومسلما

سوال:۔

عوام میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت علی کو کندھے پر چڑھا کر بیت اللہ پر چڑھایا اور حضرت علی ؓ نے بیت اللہ کی چھت پر رکھے ہوئے بتوں کو نیچے گرا کر توڑ دیا۔ سوال یہ ہے کہ

(1)......یہ واقعہ ثابت ہے کہ نہیں، اس کی کوئی سند ہے یا نہیں؟

(2)......اس واقعہ میں حضرت علی ؓ سے کون مراد ہیں حضرت علی بن ابی طالب ؓ جو حضور ﷺ کے داماد اور حضرات حسنین ؓ کے والد تھے یا حضرت علی بن ابی العاص ؓ جو حضور ﷺ کے نواسے اور حضرت زینب ؓ کے بیٹے تھے؟

(3)......یہ واقعہ کب کا ہے؟ فتح مکہ کے موقع کا ہے یا کسی اور موقع کا؟

جواب:۔

ان تینوں سوالوں کے جواب سے پہلے اس موضوع کے متعلق احادیث بمع اسناد کے ملاحظہ کریں پھر ان احادیث کے ساتھ ساتھ امید ہے کہ یہ تینوں سوال بھی حل ہوجائیں گے۔

حدیث نمبر1:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ، حَدَّثَنِي نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ دَاوُدَ، عَنْ نُعَيْمِ بْنِ حَكِيمٍ، عَنْ أَبِي مَرْيَمَ، عَنْ عَلِيٍّ، قَالَ: كَانَ عَلَى الْكَعْبَةِ أَصْنَامٌ، فَذَهَبْتُ لِأَحْمِلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهَا، فَلَمْ أَسْتَطِعْ

فَحَمَلَنِي فَجَعَلْتُ أُقَطِّعُهَا وَلَوْ شِئْتُ لَنِلْتُ السَّمَاءَ۔ (مسند احمد ج1 ص 151)

ترجمہ:

عبد اللہ، نصر بن علی، عبد اللہ بن داود، نعیم بن حکیم، ابو مریم کی سند سے ہے حضرت علی فرماتے ہیں کعبہ پر بت رکھے ہوئے تھے پس میں نبی کریم ﷺ کو ان کی طرف اٹھانے لگا مجھے طاقت نہ ہوئی اس لیے حضور ﷺ نے مجھے اٹھایا پس میں ان کو توڑنے لگا، اور اگر میں چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا۔

تحقیقِ سند:......اس حدیث کی سند میں یہ راوی ہیں...... عبد اللہ بن احمد، نصر بن علی، عبد اللہ بن داود، نعیم بن حکیم، ابو مریم......ان کا تعارف درج ذیل ہے:

ابو مریم......ان کا نام قیس تھا کنیت ابو مریم تھی قبیلہ ثقیف تھا حضرت علی اور حضرت عمار سے روایت کرتے ہیں اور ان سے نعیم اور عبد الملک نقل کرتے ہیں (تاریخ کبیر ج۷ ص۱۵۱) ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے (الثقات لابن حبان ج۵ ص۳۱۴) امام نسائی ان کو ثقہ کہتے ہیں، (تہذیب الکمال ج۳۴ ص۲۸۲) علامہ ذہبی بھی ان کو ثقہ کہتے ہیں (الکاشف ج۲ ص۴۵۹) البتہ ابن حجر نے اس کو مجہول کہا ہے (تقریب التہذیب ج۱ ص۶۷۲) یہ بھی حسن درجہ کے راوی ہیں۔

نعیم بن حکیم......ان کے استاذ قیس ابی مریم (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج۸ ص۴۶۲) عبد الملک بن ابی بشیر (الثقات لابن حبان ج۹ ص۲۱۸) اور ان کے شاگرد ابو عوانہ، یحیی بن سعید قطان، اسباط بن محمد، عبد اللہ بن داود الخریبی، شبابہ بن سوار (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج۸ ص۴۶۲) ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے (الثقات لابن حبان ج۹ ص۲۱۸) عجلی فرماتے ہیں ثقة من اهل المدائن

(الثقات للعجلی ج۱ ص۱۵۱) ان کی وفات 148ھ میں ہوئی (سوالات ابی عبید الآجری ج۱ ص۲۶۹، تاریخ بغداد ج۱۵ ص۴۱۵) ابن الجوزی کہتے ہیں احادیثه مناکیر (الضعفاء والمتروکین ج۳ ص۱۶۴) علامہ ذہبی نے ان کو ثقہ لکھا ہے (الکاشف ج۲ ص۳۲۳) علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ یحیی بن معین وغیرہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے البتہ ازدی کہتے ہیں احادیثه مناکیر (المغنی فی الضعفاء ج۲ ص۷۰۰) ابن کثیر نقل کرتے ہیں کہ ابن خراش کہتے ہیں صدوق لا باس به (التکمیل فی الجرح والتعدیل ج۱ ص۳۸۶) بہر حال یہ حسن درجہ کے راوی ہیں۔

عبد اللہ بن داود:...... یحیی بن معین کہتے ہیں ثقة صدوق مامون، محمد بن سعد کہتے ہیں کان ثقة عابدا ناسکا، ابو زرعہ اور نسائی اس کو ثقہ کہتے ہیں ابو حاتم کہتے ہیں کان صدوقا، دار قطنی کہتے ہیں ثقة زاهد، ان کی وفات ۲۱۳ھ میں ہوئی (تہذیب الکمال ج۱۴ ص۴۶۵ تا۴۶۷)

نصر بن علی:......اس کے بارے میں حافظ ذہبی فرماتے ہیں الحافظ العلامة الثقة ولد سنة نیف وستین روی عنه اصحاب الکتب الستة، ابن ابی حاتم کہتے ہیں نصر ثقة، امام نسائی اور ابن خراش کہتے ہیں ثقة، علامہ ذہبی فرماتے ہیں نصر بن علی من ائمة السنة الاثبات آپ کی وفات ۲۵۰ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ ص۱۳۳) ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے (الثقات لابن حبان ج۹ ص۲۱۷)

عبد اللہ بن احمد:......یہ امام احمد بن حنبل کے بیٹے ہیں، ان کے بارے میں خطیب بغدادی کہتے ہیں کان ثقة ثبتا فهما، امام نسائی کہتے ہیں ثقة، دار قطنی نے

بھی ان کو ثقہ کہا ہے ابو بکر خلال کہتے ہیں کان عبد اللہ رجلا صالحا صادق اللھجة کثیر الحیاء ان کی وفات ۲۹۰ھ میں ہوئی (تہذیب التھذیب ج ۵ ص ۱۴۳)

حدیث نمبر2:

حدثنی عبید اللہ بن یوسف الجبیری، قال: حدثنا عبد اللہ بن داود، عن نعیم بن حکیم، عن أبی مریم، عن علی، قال: انطلقت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم إلی الأصنام التی فوق الکعبة لنکسرها، فلم أقو علی حمله، فحملنی، فتناولتها، فکسرتها، ولو شئت، أو أردت أن أتناول السماء لنلتها (تہذیب الآثار للطبری ج4 ص388)

ترجمہ:...... عبید اللہ بن یوسف الجبیری، عبد اللہ بن داود، نعیم بن حکیم، ابو مریم کی سند سے ہے حضرت علی فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ چلا ان بتوں کی طرف جو کعبہ کے اوپر تھے تا کہ ہم ان کو توڑیں پس میں نے آپ ﷺ کو اٹھانے پر قوت نہ پائی اس لیے آپ ﷺ نے مجھے اٹھایا میں نے ان بتوں کو پکڑا اور (پھینک کر) توڑ دیا اور (اس وقت حالت یہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے اٹھایا تھا تو) اگر میں چاہتا کہ میں آسمان کو چھولوں تو میں چھولیتا۔

تحقیقِ سند:...... اس حدیث کی سند میں یہ راوی ہیں...... عبید اللہ بن یوسف، عبد اللہ بن داود، نعیم بن حکیم، ابو مریم، ان میں سے آخری تین کا تعارف گذر چکا ہے البتہ عبید اللہ بن یوسف کا تعارف درج ذیل ہے:

عبید اللہ بن یوسف:...... علامہ ذہبی فرماتے ہیں کان ثقة صاحب حدیث (تاریخ الاسلام ج۶ ص ۱۲۰) ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۵۷)

نوٹ:۔

ان دونوں حدیثوں میں یہ قصہ اجمالا بیان کیا گیا ہے، نہ تو اس میں قصہ کی تفصیل ہے اور نہ ہی اس میں یہ وضاحت ہے کہ یہ قصہ کس موقع کا ہے؟۔

حدیث نمبر3:

حدثنا شبابة بن سوار قال حدثنا نعیم بن حکیم قال حدثنی أبو مریم عن علی قال انطلق بی رسول اللہ (ﷺ) حتی أتی بی الکعبة، فقال: اجلس، فجلست إلی جنب الکعبة، وصعد رسول اللہ (ﷺ) علی منکبی، ثم قال لی: إنهض بی، فنهضت به، فلما رأی ضعفی تحته قال: اجلس، فجلست فنزل عنی وجلس لی فقال: یا علی، اصعد علی منکبی، فصعدت علی منکبه، ثم نهض بی رسول اللہ (ﷺ)، فلما نهض بی خیل إلی أنی لو شئت نلت أفق السماء، فصعدت علی الکعبة، وتنحی رسول اللہ (ﷺ) فقال لی: (ألق صنمهم) لاکبر صنم قریش، وکان من نحاس، وکان موتودا بأوتاد من حدید فی الارض، فقال لی رسول اللہ (ﷺ) (عالجه) فجعلت أعالجه ورسول اللہ (ﷺ) یقول إیه، فلم أزل أعالجه حتی استمکنت منه، فقال اقذفه فقذفته ونزلت.

(مصنف ابن أبی شیبة ج7 ص403، المسند الجامع ج31 ص236)

شبابہ بن سوار، نعیم بن حکیم، ابو مریم کی سند سے ہے حضرت علی فرماتے ہیں، مجھے رسول اللہ ﷺ لے کر چلے یہاں تک کہ مجھے کعبہ کے پاس لے آئے آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ، پس میں کعبہ کے پہلو میں بیٹھ گیا اور رسول اللہ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھ گئے پھر مجھے فرمایا مجھے اٹھا پس میں نے آپ کو اٹھایا جب

آپ ﷺ نے اپنے نیچے میری کمزوری کو دیکھا تو فرمایا بیٹھ جا ،میں بیٹھ گیا ، آپ ﷺ مجھے سے اتر آئے اور آپ ﷺ خود میرے لیے بیٹھ گئے پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے علی! تو میرے کندھوں پر چڑھ جا ،چنانچہ میں آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھ گیا مجھے رسول اللہ ﷺ نے اٹھایا تو مجھے خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو میں آسمان کے کنارے کو پالوں ،میں کعبہ پر چڑھ گیا اور رسول اللہ ﷺ پیچھے ہٹ گئے آپ ﷺ نے مجھے فرمایا، قریش کے بڑے بت کو گرادو اور وہ بت تانبے کا تھا ،جو لوہے کی میخوں سے نیچے (چھت کی) زمین میں گڑا ہوا تھا ،رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا ان کو ہلا ، میں اس کو ہلانے لگا ، اور رسول اللہ ﷺ کہتے جاتے تھے ہوں ہوں...... میں اس کو مسلسل ہلاتا رہا یہاں تک کہ میں اس کے اکھیڑنے پر قادر ہو گیا آپ نے فرمایا، اس کو پھینک دے میں نے اس کو نیچے پھینک دیا اور میں اتر آیا۔

تحقیقِ سند :......اس حدیث کی سند میں درج ذیل راوی ہیں......شبابہ بن سوار ، نعیم بن حکیم ،ابو مریم ،آخری دو کا تعارف گذر چکا ہے البتہ شبابہ بن سوار کا تعارف درج ذیل ہے:

شبابہ بن سوار...... عجلی کہتے ہیں من اهل المدائن ثقة (الثقات للعجلی ج ۱ ص ۲۱۴) ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۳۱۲) ابن شاہین کہتے ہیں شبابة بن سوار صدوق وقال عثمان شبابه صدوق حسن العقل ثقة (تاریخ اسماء الثقات ج ۱ ص ۱۱۴) یحیی بن معین کہتے ہیں ثقة ، عبد الرحمن بن یوسف کہتے ہیں صدوق فی الحدیث محمد بن سعد کہتے ہیں کان ثقة صالح الامر فی الحدیث (تہذیب الکمال ج ۱۲ ص ۳۴۷)

حدیث نمبر 4:

حدثنا أبو نعيم الحافظ إملاء حدثنا أبو بكر أحمد بن يوسف بن خلاد حدثنا محمد بن يونس حدثنا عبد الله بن داود الخريبي عن نعيم بن حكيم المدائني قال حدثني أبو مريم عن علي بن أبي طالب قال انطلق بي رسول الله صلى الله عليه و سلم إلى الأصنام فقال اجلس فجلست إلى جنب الكعبة ثم صعد رسول الله صلى الله عليه و سلم على منكبي ثم قال انهض بي إلى الصنم فنهضت به فلما رأى ضعفي تحته قال اجلس فجلست وأنزلته عني وجلس لي رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم قال لي يا علي اصعد على منكبي فصعدت على منكبيه ثم نهض بي رسول الله صلى الله عليه و سلم فلما نهض بي خيل لي أني لو شئت نلت السماء وصعدت على الكعبة وتنحى رسول الله صلى الله عليه و سلم فألقيت صنمهم الأكبر صنم قريش وكان من نحاس موتدا بأوتاد من حديد إلى الأرض فقال لي رسول الله صلى الله عليه و سلم عالجه فعالجته فما زلت أعالجه ورسول الله صلى الله عليه و سلم يقول ايه ايه ايه فلم أزل أعالجه حتى استمكنت منه فقال دقه فدققته وكسرته ونزلت

(تاریخ بغداد ج 13 ص 302)

ابو نعیم حافظ ،ابو بکر احمد بن یوسف خلاد ، محمد بن یونس ،عبد اللہ بن داود خریبی ، نعیم بن حکیم ،ابو مریم کی سند سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ بتوں کی طرف لے کر چلے (جب ہم وہاں کعبہ کے پاس پہنچے تو) آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جا ، میں کعبہ کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر رسول اللہ ﷺ

میرے کندھوں پر چڑھے اور فرمایا مجھے بت کی طرف اوپر اٹھا،میں نے آپ ﷺ کو اوپر اٹھایا جب آپ ﷺ نے اپنے نیچے میری کمزوری کو دیکھا تو فرمایا بیٹھ جا ،میں بیٹھ گیا اور آپ ﷺ کو اپنے سے اتار دیا،رسول اللہ ﷺ میرے لیے بیٹھ گئے پھر مجھے کہا اے علی!میرے کندھوں پر چڑھ چنانچہ میں آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھا پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھے اٹھایا پس جب آپ ﷺ نے مجھے اٹھایا تو مجھے یوں خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو چھو سکتا ہوں،میں کعبہ پر چڑھ گیا اور رسول اللہ ﷺ پیچھے ہٹ گئے تو میں نے قریش کے بڑے بت کو نیچے ڈال دیا،وہ تانبے کا تھا اور لوہے کی میخوں کے ساتھ ان کو زمین کی طرف] کعبہ کی چھت سے جوڑا گیا تھا پس رسول اللہ ﷺ نے مجھے کہا اس کو ہلا میں نے اس کو ہلایا اور میں ہمیشہ اس کو ہلاتا رہا اور رسول اللہ ﷺ کہہ رہے تھے ہوں،ہوں پس میں ہمیشہ اس کو حرکت دیتا رہا یہاں تک کہ میں نے اس کو اکھیڑ لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو توڑ دے میں نے اس کو توڑ دیا اور میں اتر آیا۔

تحقیق سند:......اس حدیث کی سند میں درج ذیل راوی ہیں...... ابو نعیم حافظ ،ابو بکر احمد بن یوسف بن خلاد،محمد بن یونس،عبد اللہ بن داود الخریبی،نعیم بن حکیم،ابو مریم،......ان میں سے آخری تین کا تعارف گذر چکا ہے البتہ حافظ ابو نعیم،ابو بکر احمد بن یوسف اور محمد بن یونس کا تعارف درج ذیل ہے۔

حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی:......علامہ ذہبی لکھتے ہیں کان أحد الأعلام ومَن جمع الله له بين العُلُوّ فى الرّواية والمعرفة التّامة والدّراية، رحلَ الحفّاظ إليه من الأقطار، وألحقَ الصِّغار بالكبار.(تاریخ الاسلام ج۹ص۴۶۸) علامہ ذہبی مزید لکھتے ہیں:تكلم فِيهِ بِأَمْرٍ لَا يَمْنَع من الِاحْتِجَاج بِهِ كَمَا بسطناه فِي

تَرْجمته بل ذَنبه عِنْدِي رِوَايَته الأَباطيل .(الرواة الثقات المتكلم فيهم بما لا يوجب ردهم ص: 49)ایک اور جگہ امام ذہبی لکھتے ہیں:صَدُوق امام تكلم فِيهِ بَعضهم وَهَذِه عُقُوبَة بِكَلَامِهِ فِي ابْن مَنْدَه(المغنی فی الضعفاء ج۱ص۴۴)مزید لکھتے ہیں:الإِمَامُ الحَافِظُ، الثِّقَةُ العَلاَّمَةُ، شَيْخُ الإِسْلاَمِ(سیر أعلام النبلاء ج۱۳ص۱۵۵)

ابو بکر احمد بن یوسف بن خلاد:......ابو نعیم کہتے ہیں کان ثقة،ابو الفتح ابن ابی الفوارس نے بھی اس کی توثیق کی ہے خطیب بغدادی کہتے ہیں کان لایعرف شیئا من العلم غیر ان سماعه صحیح (سیر اعلام النبلاء ج۱۲ص۱۶۸)

محمد بن یونس:......ابن حبان کہتے ہیں:وَكَانَ يضع على الثِّقَات الحَدِيث وضعا وَلَعَلَّه قد وضع أَكثر من ألف (المجروحین لابن حبان ج۲ص۳۱۳)ابن عدی کہتے ہیں اتهم بوضع الحديث وبسرقته وادعى رؤية قوم لم يرهم ورواية عن قوم لا يعرفون وترك عامة مشايخنا الرواية عنه ومن حدث عنه نسبه إلى جده موسى بأن لا يعرف .(الکامل فی ضعفاء الرجال ج۷ص۵۵۳)امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ابن یونس الکدیمی حسن المعرفة ما وجد علیه إلا لصحبته للشاذکونی. (میزان الاعتدال ج۴ص۷۴)دارقطنی کہتے ہیں:سئل عنه الدارقطنی فقال: يتهم بوضع الحديث وما أحسن فيه القول إلا من لم يخبر حاله.(میزان الاعتدال ج۴ص۷۵)خطیب بغدادی کہتے ہیں:كان حافظا كثير الحديث سافر وسمع بالحجاز واليمن ثم سكن ببغداد ولم يزل معروفا عند أهل الحجاز بالحفظ مشهورا بالطلب حتى أكثر روايات الغرائب والمناكير فتوقف بعض الناس عنه،جع فرطیاسی کہتے ہیں الکدیمی ثقة ولكن أهل البصرة يحدثون بكل ما

يسمعون ،ابو الاحوص محمد بن الہیثم کہتے ہیں :تسألونی عن الكديمی هو أكبر منی وأكثر علما ما علمت إلا خيرا ،اسماعیل خطبی کہتے ہیں :ما رأيت أكثر ناسا من مجلسه وكان ثقة (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۵۴۰)

نوٹ :۔ ......تیسری اور چوتھی حدیث میں قصہ تو تفصیلا ہے مگر اس میں بھی کوئی اشارہ نہیں کہ یہ واقعہ کس موقع کا ہے ۔البتہ اس چوتھی حدیث میں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صراحت ہے جو دلیل ہے کہ یہ قصہ حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا نہیں بلکہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا ہے ۔

حدیث نمبر5:

حدثنا زهير حدثنا عبيدالله بن موسى قال ثنا نعيم بن حكيم عن أبي مريم قال حدثنا علی قال انطلقت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلا حتى أتينا الكعبة فقال لی اجلس فجلست فصعد رسول الله صلى الله عليه وسلم على منكبي ثم نهضت به فلما رأى ضعفي تحته قال اجلس فجلست فنزل رسول الله صلى الله عليه وسلم وجلس لی فقال اصعد الى منكبي فصعدت عليه ثم نهض بي حتى أنه ليخيل إلى أني لو شئت نلت أفق السماء وصعدت على البيت فأتيت صنم قريش وهو تمثال رجل من صفر أو نحاس فلم أزل أعالجه يمينا وشمالا وبين يديه وخلفه حتى استمكنت منه ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول هيه هيه وأنا أعالجه فقال لی اقذفه فقذفته فتكسر كما يتكسر القوارير ثم نزلت فانطلقنا نسعى حتى استترنا بالبيوت خشية أن يعلم بنا أحد فلم يرفع عليها بعد (مسند ابی یعلی ج1ص 251)

علامہ ضیاء المقدسی نے الاحادیث المختارہ میں یہی حدیث ابو یعلی سے ذکر کی ہے چنانچہ ان کی سند یہ ہے

أَخبرنَا الْمُؤَيد بن عبد الرَّحِيم بن الْأُخوة بأصبهان أَن الْحُسَيْن بن عبد الْملك أَخْبَرَهُمْ قِرَائَةً عَلَيْهِ أَنا إِبْرَاهِيمُ أَنا مُحَمَّدٌ بن الْمُقْرِء أَنا أَبُو يَعْلَى ثَنَا زُهَيْرٌ حَدَّثَنِي عبيد الله هُوَ ابْنُ مُوسَى قَالَ ثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَكِيمٍ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ عَلِيٌّ انْطَلَقْتُ (الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی ج1ص374،)

زہیر ،عبید اللہ بن موسی ، نعیم بن حکیم ،ابو مریم کی سند سے ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ چلا یہاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس آئے پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا! بیٹھ جا ،میں بیٹھ گیا ، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے کندھے پر چڑھے ،میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اوپر اٹھا ،جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نیچے میری کمزوری کو دیکھا تو فرمایا بیٹھ جا ،،میں بیٹھ گیا ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے اور میرے لیے بیٹھ گئے اور فرمایا تو میرے کندھوں پر چڑھ ،میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں پر چڑھا ،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے لے کر اٹھے حتی کہ مجھے خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو میں آسمان کے کنارے کو پالوں ،میں بیت اللہ پر چڑھ گیا چنانچہ میں قریش کے بت کے پاس آیا اور وہ پیتل یا تانبے سے بنی ہوئی ایک مرد کی مورتی تھی ، پس میں اس کو دائیں ،بائیں ،آگے ، پیچھے مسلسل ہلاتا رہا ،یہاں تک کہ میں (اس کو اکھیڑ کر) اس پر قادر ہو گیا (اس دوران) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے ہوں ......ہوں ......اور میں اس کو ہلاتا رہا (جب میں نے اس کو اکھیڑ لیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا! اس کو پھینک دے ،میں اس کو نیچے پھینک دیا وہ ایسے ٹوٹ گیا جیسے شیشیاں

ٹوٹ جاتی ہیں ۔ پھر میں اتر آیا پس ہم تیز تیز چلنے لگے یہاں تک کہ ہم گھروں میں چھپ گئے (یہ تیز چلنا) اس ڈر سے تھا کہ ہمیں کوئی جان نہ لے ۔ چنانچہ پھر بیت اللہ پر کوئی بت نہیں رکھا گیا۔

تحقیق سند:......اس حدیث کی سند یہ ہے ...... زہیر، عبید اللہ بن موسی، نعیم بن حکیم ،ابو مریم......ان میں سے آخری دو کا تعارف گذر چکا البتہ زہیر، عبید اللہ بن موسی کا تعارف درج ذیل ہے ،

زہیر بن حرب ......ان کے بارے میں ابو حاتم کہتے ہیں صدوق ،امام نسائی فرماتے ہیں ثقة مامون ،ابو بکر خطیب کہتے ہیں کان ثقة ثبتا حافظا متقنا بخاری مسلم کا راوی ہے ان کی وفات ۲۳۴ھ میں ہوئی (تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۳۴۲)

عبید اللہ بن موسی......ابن معین کہتے ہیں ثقة ،ابو حاتم کہتے ہیں صدوق ثقة حسن الحدیث ، عجلی کہتے ہیں ثقة ،ابن سعد کہتے ہیں کان ثقة صدوقا (تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۵۲)

علامہ ضیاء مقدسی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اسنادہ حسن (الأحادیث المختارة للضیاء المقدسی ج 1 ص 374،)

حدیث نمبر 6:۔

حدثنا أبو بکر أحمد بن کامل بن خلف بن شجرة القاضی إملاء ثنا عبد اللہ بن روح المداینی ثنا شبابة بن سوار ثنا نعیم بن حکیم ثنا أبو مریم عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنه قال :انطلق بی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم حتی أتی بی الکعبة فقال لی :أجلس فجلست إلی جنب الکعبة فصعد رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم بمنکبی ثم

قال لی :انہض فنہضت فلما رأی ضعفی تحته قال لی اجلس فنزلت و جلست ثم قال لی :یا علی اصعد علی منکبی فصعدت علی منکبیه ثم نہض بی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم فلما نہض بی خیل إلی لو شئت نلت أفق السماء فصعدت فوق الکعبة و تنحی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم فقال لی :الق صنمهم الأکبر صنم قریش و کان من نحاس موتدا بأوتاد من حدید إلی الأرض فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم :عالجه و رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم یقول لی :إیه إیه (جاء الحق و زهق الباطل إن الباطل کان زهوقا) فلم أزل أعالجه حتی استمکنت منه فقال :اقذفه فقذفته فتکسر و تردیت من فوق الکعبة فانطلقت أنا و النبی صلی اللہ علیه و سلم نسعی و خشینا أن یرانا أحد من قریش و غیرهم قال علی :فما صعد به حتی الساعة(المستدرك علی الصحیحین للحاکم مع تعلیقات الذهبی فی التلخیص ج2ص398،خصائص کبری ج1ص442)

ترجمہ:......ابو بکر احمد بن کامل بن خلف، عبد اللہ بن روح، شبابہ بن سوار، نعیم بن حکیم اور ابو مریم کی سند سے ہے حضرت علی بن ابی طالب فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ ﷺ لے کر چلے یہاں تک کہ مجھے کعبہ کے پاس لے آئے، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا بیٹھ جا، میں کعبہ کے پہلو میں بیٹھ گیا، رسول اللہ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھے پھر مجھے فرمایا اٹھ، پس میں اٹھا، جب آپ ﷺ نے اپنے نیچے میری کمزوری کی دیکھا تو مجھے فرمایا بیٹھ جا میں اترا اور بیٹھ گیا پھر مجھے فرمایا اے علی! تو میرے کندھوں پر چڑھ، میں آپ ﷺ کے کندھوں پر چڑھا، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اٹھایا جب آپ

ﷺ نے مجھے اٹھایا تو مجھے خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو میں آسمان کے کنارے کو پالوں پس میں کعبہ پر چڑھ گیا اور رسول اللہ ﷺ پیچھے ہٹ گئے اور مجھے فرمایا ان کے بڑے بت یعنی قریش کے بت کو نیچے گرادے، وہ تانبے کا تھا اور زمین (کعبہ کی چھت) پر لوہے کی میخوں سے گڑا ہوا تھا مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو ہلا، رسول اللہ ﷺ مجھے فرماتے رہے ہوں ...... ہوں ...... میں اس کو مسلسل ہلاتا رہا یہاں تک کہ میں اس کو اکھیڑ کر اس پر قادر ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کو پھینک دے میں نے اس کو پھینک دیا، پس وہ ٹوٹ گیا۔ اور میں کعبہ کے اوپر سے لڑھک آیا اس کے بعد میں اور نبی کریم ﷺ تیز تیز چلنے لگے اور ہمیں ڈر تھا کہ ہمیں قریش وغیرہ سے کوئی آدمی دیکھ نہ لے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے بعد اب تک کعبہ پر بت نہیں رکھا گیا۔

تحقیق سند:...... اس حدیث کی سند یہ ہے...... ابو بکر احمد بن کامل بن خلف، عبد اللہ بن روح، شبابہ بن سوار، نعیم بن حکیم اور ابو مریم...... ان میں سے آخری تین ابو مریم، نعیم بن حکیم، اور شبابہ بن سوار کا تعارف گذر چکا البتہ عبد اللہ بن روح اور ابو بکر احمد بن کامل کا تعارف درج ذیل ہے:

عبد اللہ بن روح:...... ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (الثقات لابن حبان ج ۸ ص ۳۶۶) دار قطنی کہتے ہیں لیس به باس، ہبۃ اللہ کہتے ہیں ثقۃ صدوق، (تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۲۲)

ابو بکر احمد بن کامل بن خلف:...... علامہ ذہبی لکھتے ہیں الشَّيْخُ الإِمَامُ العَلاَّمَةُ الحَافِظُ القَاضِي، خطیب بغدادی کہتے ہیں كَانَ مِنَ العُلَمَاءِ بِالأَحْكَامِ وَعُلُوْمِ القُرْآنِ, وَالنَّحْوِ وَالشِّعْرِ وَالتَّوَارِيخِ, ابن ذہبی کہتے ہیں وَقَعَ لِي مِنْ عَوَالِيْهِ, وَكَانَ

مِنْ بحورِ العِلْم, فَأَخْملَهُ العُجْب, دار قطنی کہتے ہیں: كَانَ مُتَسَاهِلاً, رُبَّمَا حدَّث مِنْ حِفْظِهِ بِمَا لَيْسَ فِي كِتَابِهِ, وَأَهْلكه العُجْب, كَانَ يختَارُ لِنَفْسِهِ وَلاَ يُقَلِّد أَحداً, ابوالحسن ابن رزقویہ کہتے ہیں لَمْ تَرَ عينَايَ مِثْلَه, (سیر أعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۱۰۸)

حدیث نمبر 7:

حدثني محمد بن عبيد المحاربي، قال: حدثنا أسباط بن محمد، عن نعيم بن حكيم، عن أبي مريم، عن علي، قال: انطلقت أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم حتى أتينا الكعبة. فقال لي نبي الله صلى الله عليه وسلم: اجلس وصعد على منكبي، فنفضته. فنزل وجلس لي نبي الله صلى الله عليه وسلم، فقال: اصعد على منكبي قال: فنهض بي نبي الله صلى الله عليه وسلم، وإنه ليخيل إلى أني لو شئت لنلت أفق السماء، حتى صعدت على البيت، وعليه تماثيل صفر أو نحاس، فجعلت أزاوله يمينا وشمالا، ومن بين يديه ومن خلفه، حتى إذا استمكنت منه، قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقذف به فقذفت به، فتكسر كما تكسر القوارير، ثم نزلت، فانطلقت أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم نستبق حتى توارينا بالبيوت خشية أن يلقانا أحد من الناس

(تہذیب الآثار للطبری ج 4 ص 389)

ترجمہ:...... محمد بن عبید المحاربی، اسباط بن محمد، نعیم بن حکیم، ابو مریم کی سند سے روایت ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں میں اور رسول اللہ ﷺ چلے یہاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس آگئے مجھے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا بیٹھ جا (میں بیٹھ گیا) اور آپ میرے

کندھے پر چڑھ گئے ،میں نے آپ ﷺ کو حرکت دی (یعنی چونکہ میں کمزور تھا آپ ﷺ کو صحیح نہ اٹھا سکا بلکہ میں نے کمزوری کی بناء پر حرکت کی تو حضور ﷺ نے بھی میرے اوپر حرکت کی) پس آپ ﷺ اترے اور میرے لیے اللہ کے نبی ﷺ بیٹھے ،آپ ﷺ نے فرمایا تو میرے کندھے پر چڑھ جا حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے اللہ کے نبی نے اٹھایااور مجھے خیال ہوا بیشک اگر میں چاہوں تو میں آسمان کے کنارے کو پالوں حتی کہ میں بیت اللہ پر چڑھ گیااور اس پر تانبے یا پیتل کی مورتیاں تھیں میں اس کو دائیں بائیں آگے اور پیچھے ہلانے لگا حتی کہ جب میں اس کو اکھیڑ کر اس پر قادر ہو گیا تو مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایااس کو پھینک دے پس میں نے اس کو پھینک دیا،وہ ایسے ٹوٹ گئی جیسے شیشیاں ٹوٹ جاتی ہیں پھر میں اتر گیا، پھر میں اور رسول اللہ ﷺ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم گھروں میں چھپ گئے۔ اس ڈر سے کہ ہمیں لوگوں میں سے کہیں کوئی مل نہ جائے۔

تحقیق سند:......اس حدیث کی سند یہ ہے...... محمد بن عبید المحاربی،اسباط بن محمد ،نعیم بن حکیم،ابومریم......آخری دوابومریم،اور نعیم بن حکیم کا تعارف گذر چکاالبتہ محمد بن عبید المحاربی اور اسباط بن محمد کا تعارف درج ذیل ہے،

محمد بن عبید المحاربی:......امام نسائی فرماتے ہیں لاباس بہ،ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے ،مسلمہ کہتے ہیں کوفی لا باس بہ (تہذیب التہذیب ج۹ص۳۳۲)

اسباط بن محمد...... یحیی بن معین ان کو ثقہ کہتے ہیں،ابوحاتم ان کو صالح کہتے ہیں، نسائی

کہتے ہیں لیس بہ باس،یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کوفی ثقۃ صدوق، عجلی کہتے ہیں لاباس بہ ،ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب ج۱ص۲۱۱)

حدیث نمبر8:۔

امام نسائی نے سنن کبری میں ’’باب ذکر خصائص امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ‘‘ کے تحت نقل کیا ہے

اخبرنا احمد بن حرب قال حدثنا اسباط عن نعیم بن حکیم المدائنی قال حدثنا ابومریم قال قال علی انطلقت مع رسول اللہ ﷺ حتی اتینا الکعبة فصعد رسول اللہ ﷺ علی منکبی فنهض به علیؑ فلما رای رسول اللہ ﷺ ضعفه قال له اجلس فجلس فنزل نبی اللہ ﷺ فقال اصعد علی منکبی فنهض به رسول اللہ ﷺ فقال علی انه لیخیل الی انی لو شئت لنلت افق السماء فصعد علی الکعبة وعلیها تمثال من صفر او نحاس فجعلت اعالجه لازیله یمینا وشمالا وقداما ومن بین یدیه ومن خلفه حتی اذا استمکنت منه قال نبی اللہ ﷺ اقذفه فقذفت به فکسرته کما تکسر القواریر ثم نزلت فانطلقت انا ورسول اللہ ﷺ نستبق حتی توارینا بالبیوت خشیة ان یلقانا احد من الناس (سنن کبری للنسائی ج7ص451)

احمد بن حرب،اسباط، نعیم بن حکیم مدائنی،ابومریم کی سند سے ہے حضرت علی فرماتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلا یاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس آگئے پس رسول اللہ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھے ،حضرت علی نے ان کو اوپر اٹھایا، جب رسول اللہ ﷺ نے ان کی کمزوری کو دیکھا تو فرمایا بیٹھ جا،حضرت علی بیٹھ گئے

تو اللہ کے نبی ﷺ اتر آئے اور فرمایا تو میرے کندھوں پر چڑھ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اٹھایا پس حضرت علی فرماتے ہیں کہ ان کو خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کنارے کو چھو سکتا ہوں پس حضرت علی کعبہ پر چڑھ گئے اور اس کے اوپر پیتل یا تانبے کی مورتی تھی (حضرت علی فرماتے ہیں) میں اس کو دائیں بائیں آگے پیچھے ہلاتا رہا تا کہ اس کو اس جگہ سے ہٹادوں یہاں تک کہ جب میں نے اس کو اکھیڑ لیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا اس کو پھینک دے میں نے اس کو پھینک کر توڑ دیا جیسا کہ شیشیوں کو توڑا جاتا ہے پھر میں اتر آیا پس میں اور رسول اللہ ﷺ ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم گھروں میں چھپ گئے اس ڈر سے کہ ہمیں لوگوں میں سے کوئی مل نہ جائے۔

تحقیق سند:......احمد بن حرب، اسباط، نعیم بن حکیم مدائنی، ابو مریم...... ان میں سے احمد بن حرب کے علاوہ تمام رواۃ کا تعارف گذر چکا ہے احمد بن حرب کا تعارف درج ذیل ہے۔

احمد بن حرب...... امام نسائی فرماتے ہیں لاباس بہ، عبد الرحمن بن ابی حاتم کہتے ہیں کان صدوقا، ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذیب ج ا ص ۲۳)

نوٹ:۔

پانچویں، چھٹی، ساتویں اور آٹھویں حدیث کے اخیر میں یہ کہنا کہ "اس ڈر سے ہم تیز تیز چلے کہ کہیں کوئی ہمیں مل نہ جائے" دلیل ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا نہیں ہے بلکہ مدینہ جانے سے بھی پہلے کا ہے کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر ڈرنے کا کیا معنی اس وقت تو آپ ﷺ فاتح بن کر مکہ میں آئے ہوئے تھے۔ نیز اس حدیث

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعہ کے وقت صرف حضرت علی المرتضیٰ ؓ اور رسول اللہ ﷺ ہی تھے اور کوئی نہیں تھا۔ یہ بھی دلیل ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا نہیں کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ تو لشکر سمیت بیت اللہ کے پاس آئے تھے۔ یہ واقعہ مدینہ جانے سے پہلے کا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ کتنا پہلے کا ہے اس کی تعیین ان حدیثوں سے نہیں ہو سکتی۔

حدیث نمبر 9:

حدثني محمد بن عمارة الأسدي، قال: حدثنا عبيد الله بن موسى، قال: أخبرنا نعيم، عن أبي مريم، قال: حدثني علي بن أبي طالب، قال: انطلقت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلا حتى أتينا الكعبة، فقال لي: اجلس فجلست، فصعد رسول الله صلى الله عليه وسلم على منكبي، ثم نهضت به، فلما رأى ضعفي تحته قال لي: اجلس فجلست، فنزل عني، ثم جلس لي، فقال: اصعد على منكبي فصعدت على منكبه، ثم نهض حتى إنه ليخيل إلي أني لو شئت نلت أفق السماء، فصعدت على الكعبة، فأتيت صنما لقريش، وهو تمثال رجل من صفر، أو نحاس، فلم أزل أعالجه يمينا وشمالا وبين يديه وخلفه حتى استمكنت منه، ورسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لي: هي هي وأنا أعالجه، ثم قال: اقذفه فقذفته، فتكسر كما تتكسر القوارير، ثم نزلت، فانطلقنا نسعى حتى استترنا بالبيوت، خشية أن يعلم بنا أحد، فلم يرفع عليها بعد(تهذيب الآثار للطبري ج4ص390)

ترجمہ :...... محمد بن عمارہ اسدی، عبید اللہ بن موسی، نعیم ،ابو مریم کی سند سے مروی ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے بیان کیا وہ کہتے ہیں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک رات چلا یہاں تک کہ ہم کعبہ کے پاس آ گئے آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جا میں بیٹھ گیا ،پس رسول اللہ ﷺ میرے کندھوں پر چڑھے پھر میں ان کو لے کر اٹھا جب آپ ﷺ نے اپنے نیچے میری کمزوری کو دیکھا تو فرمایا بیٹھ جا ،میں بیٹھ گیا آپ ﷺ مجھ سے اتر آئے پھر آپ میرے لیے بیٹھے اور فرمایا میرے کندھوں پر چڑھ جا میں آپ ﷺ کے کندھے مبارک پر چڑھ گیا پھر آپ ﷺ اٹھے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو میں آسمان کے کنارے کو پالوں پس میں کعبہ پر چڑھ گیا میں قریش کے ایک بت کے پاس آیا وہ پیتل یا تانبے سے بنی ہوئی ایک مرد کی مورتی تھی میں اس کو مسلسل دائیں ،بائیں ،سامنے اور پیچھے ہلاتا رہا یہاں تک کہ میں اس کو اکھیڑ کر اس پر قادر ہو گیا رسول اللہ ﷺ اسی دوران مجھے کہتے رہے ہوں...... ہوں...... اور میں اس کو ہلاتا رہا پھر مجھے فرمایا اس کو پھینک دے میں نے اس کو پھینک دیا وہ ایسے ٹوٹ گیا جیسے شیشیاں ٹوٹ جاتی ہیں پھر میں اتر آیا پس ہم دوڑتے ہوئے چلے یہاں تک کہ ہم گھروں میں چھپ گئے اس ڈر سے کہ کہیں ہمیں کوئی جان نہ لے پس اس کے بعد کعبہ پر کوئی بت بلند نہیں کیا گیا۔

امام بزار کہتے ہیں **حدثنا یوسف بن موسی قال ثنا عبید اللہ بن موسی عن نعیم بن حکیم عن ابی مریم عن علی قال انطلقت مع رسول اللہ ﷺ لیلا حتی اتینا الکعبة الحدیث** ۔امام بزار نے یہ حدیث نقل کی ہے اور امام بزار کی اس حدیث کے آخر میں ہے " فَلَمْ يُوضَعْ عَلَيْهَا بَعْدُ ، يَعْنِي شَيْئًا مِنْ تِلْكِ الأَصْنَامِ." پس اس بیت اللہ پر اس کے بعد بتوں میں سے کچھ نہیں رکھا گیا۔ (مسند بزار ج1 ص146)

تحقیق سند:...... اس حدیث کی دو سندیں ذکر کی ہیں پہلی سند ہے...... محمد بن عمارہ اسدی، عبید اللہ بن موسی، نعیم ،ابو مریم...... دوسری سند ہے...... یوسف بن موسی ،عبید اللہ بن موسی ، نعیم بن حکیم ،ابو مریم ،...... ان دونوں سندوں میں سے ابو مریم ، نعیم بن حکیم ،کا تعارف گذر چکا ہے البتہ عبید اللہ بن موسی ، محمد بن عمارہ اسدی ،اور یوسف بن موسی کا تعارف درج ذیل ہے۔

عبید اللہ بن موسی...... ابن معین کہتے ہیں ثقة ،ابو حاتم کہتے ہیں صدوق ثقة حسن الحدیث، عجلی کہتے ہیں ثقة ،وکان عالما بالقرآن ،(تہذیب التہذیب ج۷ ص۵۲)

محمد بن عمارہ...... یہ طبری کے شیخ ہیں ،ابن حبان نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے (المعجم الصغیر لرواة الامام ابن جریر طبری ج۲ ص۵۲۰)ابو اسحاق حوینی کہتے ہیں کہ میں نے کتب رجال بہت تلاش کی ہیں لیکن محمد بن عمارہ کا ذکر کہیں نہیں ملا ہو سکتا ہے اصل لفظ محمد بن عبادۃ ہو عبادہ سے عمارۃ کے ساتھ تصحیف ہو گئی ہو اور محمد بن عبادہ ثقہ ہیں بخاری کے شیوخ میں سے ہیں ابن ابی حاتم کہتے ہیں ثقة صدوق ابو داود اور ابن حبان نے بھی اس کو ثقہ کہا ہے (نثل النبال بمعجم الرجال ج۳ ص۲۵۴)

یوسف بن موسی...... ابن معین کہتے ہیں صدوق ،ابو حاتم کہتے ہیں صدوق ، نسائی کہتے ہیں لا باس بہ ،ابن حبان نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے (تہذیب التہذب ج ۱۱ ص۴۲۵)

علامہ طبری اس حدیث فرماتے ہیں **ھذا خبر عندنا صحیح سندہ**

(تہذیب ال آثار للطبری ج ۴ ص ۳۹۱) ہمارے نزدیک اس حدیث کی سند صحیح ہے

نوٹ:۔......اس حدیث میں بھی سابقہ حدیثوں کی طرح مذکور ہے کہ بت توڑنے کے بعد ہم تیز تیز چل کر چھپ گئے کہ کہیں کوئی ہمیں پہچان نہ لے نیز اس میں واضح ہے کہ یہ واقعہ رات کا ہے جو دلیل ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا نہیں ہے کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کو داخل ہوئے تھے نہ کہ رات کو۔ لیکن یہ کون سی رات تھی اس کی اس حدیث میں کوئی صراحت نہیں البتہ اس کی تفصیل اگلی حدیث میں ہے۔

حدیث نمبر10:

حدثنا أبو بكر محمد بن إسحاق أنبأ محمد بن موسى القرشي ثنا عبد الله بن داود ثنا نعيم بن حكيم ثنا أبو مريم الأسدي عن علي رضي الله عنه :قال :لما كان الليلة التي أمرني رسول الله صلى الله عليه و سلم أن أبيت على فراشه و خرج من مكة مهاجرا انطلق بي رسول الله صلى الله عليه و سلم إلى الأصنام فقال :اجلس فجلست إلى جنب الكعبة ثم صعد رسول الله صلى عليه و سلم على منكبي ثم قال :انهض فنهضت به فلما رأى ضعفي تحته قال :اجلس فجلست فأنزلته عني و جلس لي رسول الله صلى الله عليه و سلم ثم قال لي :يا علي اصعد على منكبي فصعدت على منكبيه ثم نهض بي رسول الله صلى الله عليه و سلم و خيل إلي أني لو شئت نلت السماء و صعدت إلى الكعبة و تنحى رسول الله صلى الله عليه و سلم فألقيت صنمهم لأكبر و كان من نحاس موتدا بأوتاد من حديد إلى الأرض فقال لي رسول الله صلى الله عليه و سلم فعالجت فما زلت أعالجه و يقول رسول

الله صلى الله عليه و سلم إيه إيه فلم أزل أعالجه حتى استمكنت منه فقال دقه فدققته فكسرته ونزلت......... ....(قال الحاكم)هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم ج3 ص6)

ابوبکر محمد بن اسحاق ، محمد بن موسی القرشی ،عبد اللہ بن داود، نعیم بن حکیم ،ابو مریم کی سند سے ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب وہ رات ہوئی جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ کے بستر پر سو جاؤں اور آپ مکہ سے ہجرت کر کے تشریف لے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے لے کر چلے بتوں کی طرف (جب ہم کعبہ کے قریب پہنچے تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیٹھ جا میں کعبہ کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے کندھے پر چڑھے پھر فرمایا اٹھ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر اٹھا پس جب آپ نے اپنے نیچے میری کمزوری کو دیکھا تو فرمایا بیٹھ جا چنانچہ میں بیٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پنے سے اتار دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے بیٹھ گئے پھر مجھے فرمایا اے علی! تو میرے کندھوں پر چڑھ پس میں آپ کے کندھوں پر چڑھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اٹھایا اور مجھے یوں خیال ہوا کہ اگر میں چاہوں تو میں آسمان کو پالوں اور میں کعبہ کی طرف چڑھ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیچھے ہٹ گئے میں نے ان کے بڑے بت کو پایا وہ تانبے کا تھا اور لوہے کی میخوں سے (چھت کی) زمین پر گڑا ہوا تھا پس مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا میں نے اس کو ہلایا اور میں اس کو مسلسل ہلاتا رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے رہے ہوں ،ہوں پس میں اس کو ہلاتا رہا یہاں تک کہ میں اس کے اکھیڑنے پر قادر ہو گیا پس آپ نے فرمایا اس کو پھینک دے میں نے اس کو پھینک کر توڑ دیا اس کے بعد میں اتر آیا (امام حاکم فرماتے ہیں) اس حدیث کی سند صحیح ہے

البتہ شیخین نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

تحقیق سند:......اس حدیث کی سند یہ ہے......ابو بکر محمد بن اسحاق، محمد بن موسی القرشی، عبد اللہ بن داود، نعیم بن حکیم، ابو مریم......ان میں سے ابو مریم، نعیم بن حکیم، اور عبد اللہ بن داود کا تعارف گذر چکا ہے البتہ محمد بن موسی القرشی، اور ابو بکر محمد بن اسحاق کا تعارف درج ذیل ہے:

محمد بن اسحاق:...... دراصل یہ ابو بکر احمد بن اسحاق ہیں ان کے بارے میں علامہ ذہبی فرماتے ہیں الامام العلامه المفتی شیخ الاسلام۔ علامہ سبکی ان کے بارے میں فرماتے ہیں احد الائمة الجامعین بین الفقه والحدیث، امام حاکم کہتے ہیں الامام المقدم کان عالما بالحدیث والرجال والجرح والتعدیل، ثقة مامون سمع منه الکبار الحفاظ، نائف بن صلاح کہتے ہیں ثقة حافظ فقیه ورع، ان کی پیدائش (الروض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم ج۱ص ۱۸۹)

محمد بن موسی:......اس کا تعارف تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملا، ہوسکتا ہے کہ اس نام میں تصحیف ہو گئی ہو اور اصل نام کوئی دوسرا اس سے ملتا جلتا ہو۔ واللہ اعلم۔

نوٹ:

اس حدیث میں ہے لما کان اللیلة التی امرنی رسول اللہ ﷺ ان ابیت علی فراشه الحدیث جب وہ رات ہوئی جس رات مجھے الخ

یہ عبارت صریح دلیل ہے کہ یہ قصہ ہجرت والی رات کا ہے فتح مکہ کا نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کی رات حضرت علی ؓ کو اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا تھا نہ کہ فتح مکہ والی رات، اور یہ بھی صراحت ہے کہ جس رات رسول اللہ

ﷺ نے مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی، نیز اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس واقعہ میں حضرت علی بن ابی طالب مراد ہیں کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت والی رات حضور ﷺ نے اپنے بستر مبارک پر حضرت علی بن ابی طالب ؓ کو ہی سونے کا حکم دیا تھا نہ کہ حضرت علی بن ابی العاص ؓ کو۔

خلاصہ:

حاصل یہ ہے کہ (1یہ واقعہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے، {2}یہ واقعہ مکی زندگی کا ہے، فتح مکہ کا نہیں، {3}یہ واقعہ ہجرت کی رات کا ہے، {4}اس واقعہ میں حضرت علی بن ابی طالب ؓ تھے، نہ کہ حضرت علی بن ابی العاص ؓ۔

اب ان چاروں امور کے قرینے ملاحظہ فرمائیں

{1}......یہ واقعہ صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے۔

اس حدیث کے بارے میں امام حاکم فرماتے ہیں هذا حدیث صحیح الإسناد اس حدیث کی سند صحیح ہے،

علامہ ذہبی بھی فرماتے ہیں وسنده نظیف اس کی سند صاف ستھری ہے،

علامہ مقدسی فرماتے ہیں اس کی سند حسن ہے۔

علامہ ہیثمی فرماتے ہیں رواه أحمد وابنه، وأبو یعلی، والبزار، وزاد بعد قوله: حتی استترنا بالبیوت، فلم یوضع علیها بعد - یعنی من تلک الأصنام - ورجال الجمیع ثقات (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد ج۶ص ۲۳)

اس حدیث کو امام احمد، اس کے بیٹے، بزار نے روایت کیا ہے اس کے بعد یہ کہا ہے یہاں تک کہ ہم گھروں میں چھپ گئے پس اس کے بعد کعبہ پر کوئی

چیز بھی نہیں رکھی گئی یعنی بتوں میں سے اوران سب کے راوی ثقہ ہیں

شبابة بن سوار المدائنی، ثنا نعيم بن حكيم، أبنا أَبُو مُرَيَمَ أَنَّهُ حَدَّثَهُ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ والی سند کے ساتھ ایک حدیث لکھ کر علامہ بوصیری لکھتے ہیں هَذَا إِسْنَادٌ صَحِيحٌ، قَالَهُ شيخنا الْحَافِظُ أَبُو الْفَضْلِ الْعَسْقَلَانِيُّ. اس حدیث کی سند صحیح ہے ہمارے شیخ حافظ ابوالفضل عسقلانی نے بھی یہی کہا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المھرۃ ج۵ ص۱۹۹)

نیز اس کی سندوں کے راویوں کے حالات بھی راقم نے لکھ دیے ہیں اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ صحیح اور حسن سند کے ساتھ مروی ہے۔

{2}......یہ واقعہ مکی زندگی کا ہے، فتح مکہ کا نہیں:

قرائن:

(۱)......حدیث نمبر ۵ میں ہے ثم نزلت فانطلقنا نسعى حتى استترنا بالبيوت خشية أن يعلم بنا أحد،

(۲)...... حدیث نمبر ۶ میں ہے فانطلقت أنا و النبی صلى الله عليه و سلم نسعى و خشينا أن يرانا أحد من قريش و غيرهم

(۳)......حدیث نمبر ۷ میں ہے فانطلقت أنا ورسول الله صلى الله عليه وسلم نستبق حتى توارينا بالبيوت خشية أن يلقانا أحد من الناس

(۴)......حدیث نمبر ۸ میں ہے فانطلقت انا و رسول الله ﷺ نستبق حتى توارينا بالبيوت خشية ان يلقانا احد من الناس

(۵)......حدیث نمبر ۹ میں ہے فانطلقنا نسعى حتى استترنا بالبيوت ، خشية أن يعلم بنا أحد

یہ سارے قرینے دلالت کرتے ہیں کہ یہ واقعہ مکی زندگی کا ہے فتح مکہ کا نہیں کیونکہ اس وقت چھپنے کی کیا ضرورت تھی۔

(۶)......علی بن ابراہیم حلبی کہتے ہیں:

وفى خصائص العشرة لصاحب الكشاف زيادة، وهى: ونزلت من فوق الكعبة وانطلقت أنا والنبى صلى الله عليه وسلم نسعى، وخشينا أن يرانا أحد من قريش هذا كلامه، وهذا يدل على أن ذلک لم يكن يوم فتح مكة فليتأمل. (السیرۃ الحلبیۃ ج3 ص124)

صاحب کشاف کی کتاب خصائص عشرہ میں یہ بھی زیادتی ہے اور میں کعبہ سے اتر آیا، میں اور نبی کریم ﷺ دوڑتے ہوئے چل پڑے اس ڈر سے کہ قریش میں سے کوئی ہمیں دیکھ نہ لے۔ یہ اس کی کلام ہے۔ یہ عبارت دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا نہیں ہے۔ پس غور کرلیا جائے۔

{3}......یہ واقعہ ہجرت کی رات کا ہے۔

قرائن

(۱)......حدیث نمبر 10 میں ہے لما كان الليلة التى أمرنى رسول الله صلى الله عليه و سلم أن أبيت على فراشه و خرج منٍ مكة مهاجرا انطلق بى رسول الله صلى الله عليه و سلم إلى الأصنام۔ یہ عبارت صراحتا دلالت کرتی ہے کہ یہ واقعہ ہجرت کی رات کا ہے۔

(۲)......اس حدیث کو امام حاکم نے کتاب الھجرت میں ذکر کیا ہے (مستدرک حاکم ج۳ ص۶)

{4}......اس واقعہ میں حضرت علی بن ابی طالب ؓ تھے، نہ کہ حضرت علی بن ابی العاص ؓ۔

قرائن:

(۱)...... بعض حدیثوں میں علی بن ابی طالب کی صراحت ہے مثلا

حدیث نمبر ۴ میں ہے حدثنی أبو مریم عن علی بن أبی طالب قال انطلق بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم۔

حدیث نمبر ۶ میں ہے ثنا أبو مریم عن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ قال: انطلق بی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم

حدیث نمبر ۹ میں ہے عن أبی مریم ، قال : حدثنی علی بن أبی طالب ، قال : انطلقت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم لیلا

ان تینوں حدیثوں میں علی بن ابی طالب کی صراحت ہے، جبکہ علی بن ابی العاص ؓ کی کسی حدیث میں صراحت نہیں ہے۔

(۲)...... تمام حدیثوں میں علی سے نقل کرنے والے ابو مریم ہیں اور یہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ کے شاگرد ہیں نہ کہ حضرت علی بن ابی العاص ؓ کے۔

(۳)...... یہ واقعہ ہجرت کی رات کا ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے اور ہجرت کی رات علی بن ابی العاص ؓ ایک دو سال کے ہوں گے اس لیے ان کا اس واقعہ میں ہونا محال ہے۔

(۴)...... حدیث نمبر 10 میں صراحت ہے لما کان اللیلة التی أمرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم أن أبیت علی فراشه و خرج منٍ مکة مهاجرا انطلق بی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ و سلم إلی الأصنام اور ہجرت کی رات رسول اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب ؓ کو ہی اپنے بستر پر سلایا تھا نہ کہ علی بن ابی ابی العاص ؓ کو۔

(۵)...... محب الدین طبری م ۶۹۴ھ نے اس واقعہ کو خصائص علی بن ابی طالب میں بیان کیا ہے (الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ج ۳ ص ۱۷۰)

(۶)...... عبد الملک العصامی المکی م 111ھ اور نور الدین ہیثمی نے اس حدیث کو علی بن ابی طالب ؓ کے مناقب میں بیان کیا ہے (سمط النجوم العوالی فی انباء الاوائل والتوالی ج ۳ ص ۴۹، المقصد العلی فی زوائد ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۱۷۷)

(۷)...... امام احمد، ابو یعلی موصلی اور بزار نے اس حدیث کو مسند علی بن ابی طالب میں ذکر کیا ہے (مسند احمد ج ۲ ص ۷۳، مسند ابی یعلی موصلی ج ۱ ص ۲۵۱، مسند بزار ج ۳ ص ۲۱)

سوال:

بعض حضرات سے سنا ہے کہ اس واقعہ میں حضرت علی ؓ سے مراد حضرت علی بن ابی العاص ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ (1) فتح مکہ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ردیف حضرت علی بن ابی العاص ؓ تھے نہ کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ

(2) بتوں کو توڑنے کا واقعہ فتح مکہ کا ہے لہذا کعبہ کی چھت کے بتوں کو توڑنے والا واقعہ بھی فتح مکہ کا ہو گا۔ لہذا جس علی ؓ کو رسول اللہ ﷺ نے کندھوں پر چڑھا کر بیت اللہ پر چڑھایا اور اس نے بت توڑے وہ بھی حضرت علی بن ابی العاص ؓ ہوں گے نہ کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ؟

جواب:

ہم نے تفصیلا بیان کر دیا ہے کہ کعبہ کی چھت پہ چڑھ کر بتوں کو توڑنے والے واقعے میں حضرت علی بن ابی طالب ؓ ہی تھے۔ باقی رہی سوال میں مذکور بعض حضرات کی دلیل تو اس کے بارے میں عرض یہ ہے کہ دلیل میں دو مقدمے ہیں۔ (1) فتح مکہ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ردیف حضرت علی بن ابی العاص ؓ تھے نہ کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ۔ (2) بتوں کو توڑنے کا واقعہ فتح مکہ کا ہے لہذا یہ کعبہ کی چھت کے بتوں کو توڑنے والا واقعہ بھی فتح مکہ کا ہوگا ۔

ان دونوں کے ملانے سے مذکورہ بعض حضرات کا دعوی ثابت ہوتا ہے لہذا پہلے ان دونوں کی تحقیق ہو جائے تو اس دعوی اور دلیل کی خود بخود حقیقت واضح ہو جائے گی۔

مقدمہ دلیل نمبر 1:

فتح مکہ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ردیف حضرت علی بن ابی العاص ؓ تھے نہ کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ۔

حقیقت: ......یہ تو حقیقت ہے کہ فتح مکہ کے سفر میں واقعی رسول اللہ ﷺ کے ردیف حضرت علی بن ابی العاص ؓ تھے نہ کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ، جیسا کہ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔ اس کے چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں

(1)...... علامہ الصالحی الشامی، اور ابن عساکر نقل کرتے ہیں

قال مصعب الزبیری: أردفه رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة، وقال الزبير بن بكّار: حدثني عمر بن أبي بكر الموصلي: أن رسول الله

صلى الله عليه وسلّم أردف علی بن أبی العاص علی راحلته يوم الفتح . (سبل الهدى والرشاد فی سیرة خیر العباد ج7ص379، تاریخ دمشق لابن عساکر ج8ص43)

مصعب زبیری کہتے ہیں کہ علی بن ابی العاص کو رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ والے دن اپنا ردیف بنایا تھا زبیر بن بکار کہتے ہیں مجھے عمر بن ابو بکر موصلی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابی العاص کو فتح مکہ والے دن اپنی سواری پر ردیف بنایا۔

(2)......ابن عبد البر حضرت علی بن ابی العاص کے حالات میں لکھتے ہیں:

كَانَ رَسُول اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ قد أردفه على راحلته يَوْم الْفَتْح، فدخل مكة وَهُوَ رديف رَسُول الله صلى الله عليه وسلم (الاستیعاب فی معرفة الأصحاب ج3ص1134)

رسول اللہ ﷺ نے ان کو فتح مکہ کے دن اپنی سواری پر ردیف بنایا تھا پس آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اس حال میں کہ حضرت علی بن ابی العاص ؓ آپ کے ردیف تھے۔

(3)...... علامہ ذہبی لکھتے ہیں

فَوَلَدَتْ لَهُ أُمَامَةَ الَّتِي تَزَوَّجَ بِهَا: عَلِيُّ بنُ أَبِي طَالِبٍ بَعْدَ فَاطِمَةَ، وَوَلَدَتْ لَهُ: عَلِيَّ بنَ أَبِي العَاصِ، الَّذِي يُقَالُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَرْدَفَهُ وَرَاءهُ يَوْمَ الفَتْحِ، (سیر أعلام النبلاء ج2ص246)

حضرت زینب کی ایک بیٹی امامہ پیدا ہوئی جس سے حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے حضرت فاطمہ کے بعد نکاح کیا اور ایک بیٹا علی بن ابی العاص پیدا ہوا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو فتح مکہ کے دن اپنے پیچھے ردیف بنایا۔

(4) علامہ ابن مندہ یحیی بن عبد الوہاب المتوفی 511ھ نے اپنی کتاب "معرفة اسامی ارداف النبی ﷺ ج1ص61 میں......

(5) اور علامہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ ج2 ص 307 میں لکھا ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ کے ردیف حضرت علی بن ابی العاص تھے ،اور ان کی وفات بارہ سال کی عمر میں ہوئی جب وہ قریب البلوغ تھے۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ فتح مکہ کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ردیف حضرت علی بن ابی العاص تھے۔

لیکن حدیث ،سیرت اور تاریخ کی کسی کتاب میں یہ صراحت نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس علی کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر بیت اللہ پر چڑھایا اور اس نے بت گرا کر توڑے تھے وہ علی بن ابی العاص رض تھے ،البتہ یہ صراحت موجود ہے کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب رض تھے۔ جیسا کہ احادیث تفصیلا گذر چکی ہیں۔

مجلس تحفظ ناموس اہل بیت پاکستان کی طرف سے ملتان میں پروگرام تھا بندہ کو شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور وہاں پر اسی موضوع پر کچھ گفتگو کرنے کا موقع ملا اسی پروگرام میں حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا سید عصمت شاہ کاظمی مدظلہ سے ملاقات کا شرف ملا اور ان کے سامنے یہ رسالہ نظر ثانی کیلئے میں نے پیش کیا تو انھوں نے ازراہ شفقت متوجہ کیا کہ حضرت علی بن ابی العاص رض رسول اللہ ﷺ کے ردیف فتح مکہ کے سفر میں تو تھے لیکن یہ ثبوت بھی منقطع سند سے ہے مگر جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت حضرت اسامہ بن زید رض آپ ﷺ کے ردیف تھے۔ اس کا ذکر بھی آپ ضرور کریں چنانچہ اس کی دلیل درج ذیل حدیث ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہیں

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أقبل يوم الفتح من أعلى مكة على

راحلته، مردفا أسامة بن زيد، ومعه بلال، ومعه عثمان بن طلحة من الحجبة، حتى أناخ فى المسجد، فأمره أن يأتى بمفتاح البيت، فدخل رسول الله صلى الله عليه وسلم ومعه أسامة بن زيد، وبلال، وعثمان بن طلحة، فمكث فيه نهارا طويلا، ثم خرج فاستبق الناس، فكان عبد الله بن عمر أول من دخل، فوجد بلالا وراء الباب قائما، فسأله: أين صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فأشار له إلى المكان الذى صلى فيه قال عبد الله: فنسيت أن أسأله كم صلى من سجدة(صحیح البخاری ج ۵ ص ۱۴۸)

رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے دن مکہ کے اوپر والی جانب سے آئے اپنی سواری پر سوار ہو کر اور اسامہ بن زید کو ردیف بنایا ہوا تھا آپ ﷺ کے ساتھ بلال رض ،اور اس کے ساتھ عثمان بن طلحہ دربان تھے حتی کہ آپ ﷺ نے سواری مسجد میں بٹھائی ،آپ ﷺ نے عثمان کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی چابی لائے چنانچہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں داخل ہوئے آپ کے ساتھ اسامہ بن زید ،بلال رض اور عثمان بن طلحہ تھے پس آپ ﷺ بیت اللہ میں دن کے وقت کافی دیر ٹھہرے رہے پھر باہر تشریف لائے تو لوگ آگے بڑھے پس عبد اللہ بن عمر سب سے پہلے داخل ہوئے اور دروازے کے پیچھے بلال کو کھڑے ہوئے پایا اس سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کہاں پڑھی ہے حضرت بلال نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جس میں آپ ﷺ نے نماز پڑھی تھی عبد اللہ کہتے ہیں میں یہ پوچھنا بھول گیا کہ کتنی رکعتیں آپ ﷺ نے پڑھی تھیں۔

اس تفصیلی حدیث سے چند باتیں واضح طور پر معلوم ہوئیں۔

(ا)...... جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ کے ردیف اسامہ بن زید رض تھے

حتی کہ بیت اللہ میں جب آپ داخل ہوئے تو اس وقت بھی حضرت اسامہ ؓ ساتھ تھے۔

(۲)...... جب رسول اللہ ﷺ بیت اللہ پہنچے تو عبد اللہ بن عمر ؓ بالکل آپ ﷺ کے قریب قریب رہے تا کہ آپ ﷺ کے اعمال مبارکہ کو غور سے دیکھیں اس لیے سب سے پہلے عبداللہ بن عمر ؓ ہی بیت اللہ میں داخل ہوئے۔

یہ حدیث صحیح بخاری کی ہے اور اس کی سند متصل اور صحیح ہے جبکہ حضرت علی بن ابی العاص ؓ کو ردیف کہنے والے ایک عمر بن ابی بکر الموصلی ہیں اور دوسرے مصعب زبیری ہیں، عمر بن ابی بکر موصلی: تبع تابعین عبد الرحمن بن ابی الزناد اور عثمان بن ضحاک وغیرہ سے روایت کرتا ہے۔ عمر بن ابی بکر موصلی کے بارے میں ابی حاتم کہتے ہیں **ذاهب الحديث متروک الحديث** (تاریخ دمشق ج۴۳ ص۵۵۰) یعنی اولا تو اس شخص کی روایت منقطع ہے اور دوسرے نمبر پر یہ خود ضعیف اور متروک الحدیث ہے۔ اور مصعب زبیری تبع تابعی ہیں جن کی وفات ۱۵۷ھ میں ہوئی ان کی روایت بھی منقطع ہے اور یہ خود بھی متکلم فیہ راوی ہیں (تہذیب التہذیب ج۱۰ ص۱۵۹) الغرض حضرت علی بن ابی العاص کا فتح مکہ کے سفر میں ردیف ہونا ضعیف اور منقطع روایت سے مروی ہے۔ اگر اس کو تسلیم بھی کر لیں تب بھی حضرت علی بن ابی العاص ؓ کا ردیف ہونا صرف اور صرف فتح مکہ کے سفر میں ثابت ہوتا ہے لیکن جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے تو اس وقت حضرت اسامہ ؓ ردیف تھے۔ جیسا کہ گذر چکا۔

مقدمہ دلیل نمبر2:

بتوں کو توڑنے کا واقعہ فتح مکہ کا ہے لہذا یہ کعبہ کی چھت کے بتوں کو توڑنے والا واقعہ بھی فتح مکہ کا ہوگا۔

حقیقت:

فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے بتوں کو توڑا تھا اس میں کوئی شک نہیں لیکن بیت اللہ کی چھت پر حضرت علی ؓ کو چڑھا کر چھت والا بت گرانا اور توڑنا ہجرت کی رات کا واقعہ ہے جیسا کہ اس کی تفصیل احادیث کی روشنی میں گذر چکی ہے۔ یہ واقعہ فتح مکہ کا نہیں بن سکتا دو وجہ سے۔

وجہ نمبر1:

میرے تلاش بسیار کے باوجود حدیث سیرت اور تاریخ کی کسی کتاب میں کوئی ایک عبارت یا حدیث ایسی نہیں ملی جس میں یہ واقعہ مذکور ہو اور اس میں فتح مکہ کی صراحت ہو یا فتح مکہ کے کچھ حالات اس میں مذکور ہوں جبکہ گذشتہ کئی حدیثوں میں صراحتا یا اشارتا مذکور ہے کہ یہ واقعہ ہجرت والی رات کا ہے۔

وجہ نمبر2:

جن حدیثوں میں فتح مکہ کا واقعہ مذکور ہے ان میں صراحت ہے کہ بیت اللہ کے اندر جو بت رکھے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ ان کی طرف چھڑی سے صرف اشارہ کرتے تو وہ منہ کے بل گر جاتے، رسول اللہ ﷺ ان کو چھڑی لگاتے تک بھی نہیں تھے۔ اس کے حوالے ملاحظہ ہوں

(1)...... محدث علامہ ابن حبان نے باب قائم کیا ہے **ذکر سقوط الاصنام التی فی الکعبۃ باشارۃ المصطفی ﷺ الیھا دون مسھا بشیء منه** (صحیح ابن حبان ج14 ص452)

ان بتوں کے گرنے کا ذکر جو کعبہ میں تھے حضرت مصطفی ﷺ کے

اشارہ سے بغیر ان کو کسی چیز کے چھونے کے۔

اس باب کے قائم کرنے کے بعد درج ذیل حدیث نقل کی کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں

اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا دَخَلَ مَکَّۃَ وَجَدَ بِھَا ثَلَاثَ مِائَۃٍ وَسِتِّینَ صَنَمًا، فَأَشَارَ بِعَصًا إِلَی کُلِّ صَنَمٍ، وَقَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوقًا ، فَسَقَطَ الصَّنَمُ، وَلَمْ یَمَسَّہُ(صحیح ابن حبان ج14 ص452)

ترجمہ :...... رسول اللہ ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو اس میں تین سو ساٹھ بت پائے پس آپ ﷺ ہر بت کی طرف عصا سے اشارہ کرتے اور فرماتے حق آ گیا اور باطل کھسک گیا بیشک باطل تو کھسکنے ہی والا ہے پس بت گر جاتا اور آپ ﷺ اس کو چھوتے نہیں تھے۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: دَخَلَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَکَّۃَ، وَحَوْلَ الْکَعْبَۃِ ثَلَاثُمِائَۃٍ وَسِتُّونَ صَنَمًا، مِنْھَا مَا قَدْ شُدَّ بِالرَّصَاصِ، فَطَافَ عَلَی رَاحِلَتِہِ، وَھُوَ یَقُولُ: جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوقًا .وَیُشِیرُ إِلَیْھَا، فَمَا مِنْھَا صَنَمٌ أَشَارَ إِلَی وَجْھِہِ إِلَی وَقَعَ عَلَی دُبُرِہِ، وَلَا أَشَارَ إِلَی دُبُرِہِ إِلَّا وَقَعَ عَلَی وَجْھِہِ، حَتَّی وَقَعَتْ کُلُّھَا(أخبار مکۃ للأزرقی ج1 ص121)

ترجمہ :۔...... حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے، ان میں سے بعض وہ تھے جو تانبے سے نیچے جڑے ہوئے تھے پس آپ ﷺ نے اپنی سواری پر سوار ہو کر طواف

کیا اس حال میں کہ آپ تلاوت کر رہے تھے حق آ گیا اور باطل کھسک گیا بیشک باطل تو کھسکنے ہی والا ہے آپ ﷺ ان بتوں کی طرف اشارہ کرتے تھے پس جس بت کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے وہ اپنی پیٹھ کے بل گر پڑتا اور جس بت کی پشت کی طرف سے اشارہ کرتے وہ چہرے کے بل گر پڑتا یہاں تک کہ سارے بت گر گئے

تنبیہ 1:...... بعض حدیثوں میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ بتوں کو چھڑی مارتے تھے مثلاً حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے

دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ، وحول الکعبۃ ثلاث مائۃ وستون نصبا، فجعل یطعنھا بعود کان بیدہ، ویقول جاء الحق وزھق الباطل إن الباطل کان زھوقا(صحیح مسلم ((1408 /3)

نبی کریم ﷺ مکہ میں داخل ہوئے اور کعبہ کے ارد گرد تین سو ساٹھ بت تھے آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی آپ ان کو مارتے تھے اور کہتے تھے حق آ گیا اور باطل کھسک گیا بیشک باطل کھسکنے ہی والا ہے۔

عبد اللہ بن رباح انصاریؒ نقل کرتے ہیں : ثُمَّ جَاءَ وَمَعَہُ قَوْسٌ أَخَذَ بِسِیَتِھَا فَجَعَلَ یَطْعَنُ بِھَا فِی عَیْنِ صَنَمٍ مِنْ أَصْنَامِھِمْ وَھُوَ یَقُولُ:} جَاءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوقًا(مسند أبی داود الطیالسی ج۴ ص۱۸۸)

پھر رسول اللہ ﷺ آئے آپ کے پاس کمان تھی آپ نے اس کے سرے سے پکڑا ہوا تھا پس وہ کمان بتوں میں سے ایک بت کی آنکھ میں مارتے تھے اور کہتے جاتے تھے حق آ گیا اور باطل کھسک گیا بیشک باطل کھسکنے ہی والا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ چونکہ قریب سے اشارہ کرتے تھے اور حضرت ابن عمرؓ بالکل قریب تھے جیسا کہ گذر چکا ہے اس لیے انھوں نے صحیح

صورت حال بتائی کہ رسول اللہ ﷺ صرف اشارہ کرتے تھے اور کوئی چیز ان کو لگاتے نہیں تھے جبکہ ابن مسعود ؓ ہو سکتا ہے دور ہوں اور انھوں نے یہ سمجھا ہو کہ رسول اللہ ﷺ ان بتوں کو چھڑی مارتے ہیں۔

بہر حال اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جو بت کعبہ کے باہر یا اندر رکھے ہوئے تھے ان کو ہاتھوں سے گرایا جاسکتا تھا اور وہ قریب بھی تھے وہاں رسول اللہ ﷺ نے معجزہ کا اظہار فرمایا کہ صرف عصا مبارک سے اشارہ کرتے اور وہ منہ کے بل گرتے چلے جاتے۔ تو جو کعبہ کی چھت پر بت تھے وہ دور بھی تھے،ان کی خاطر رسول اللہ ﷺ نے پہلے خود کیوں چڑھنے کی کوشش کی اور پھر حضرت علی ؓ کو کیوں بیت اللہ پر چڑھایا؟ حالانکہ یہاں تو بطریق اولی معجزے کا اظہار کرنا چاہیئے تھا کہ آپ ﷺ عصا مبارک سے اشارہ کرتے اور وہ بت گرپڑتے۔اس لیے یہ واقعہ فتح مکہ کا نہیں ہے۔

تنبیہ 2:......بعض حضرات نے اس واقعہ کو فتح مکہ کے واقعات میں ذکر کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو جو روایت پہنچی ہے اس میں صراحت نہیں ہے کہ یہ ہجرت کی رات کا واقعہ ہے۔ان کی حدیث میں صرف بتوں کے توڑنے کا ذکر ہے اور چونکہ فتح مکہ کے واقعہ میں بھی رسول اللہ ﷺ نے کعبہ کے بت توڑے تھے۔ اس لیے ہو سکتا ہے انھوں نے یہ سمجھ لیا ہو کہ شاید یہ واقعہ بھی فتح مکہ کا ہو لہذا اس کو فتح مکہ کے واقعات میں ذکر کر دیا۔

تنبیہ 3:

مفسر زمخشری م 538ھ نے اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے

ولما نزلت هذه الآية يوم الفتح قال جبريل عليه السلام لرسول الله

صلى الله عليه وسلم: خذ مخصرتک ثم ألقها، فجعل يأتي صنما صنما وهو ينكت بالمخصرة في عينه ويقول: جاء الحق وزهق الباطل، فينكب الصنم لوجهه حتى ألقاها جميعا، وبقي صنم خزاعة فوق الكعبة وكان من قوارير صفر فقال: يا علي، ارم به، فحمله رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى صعد فرمى به فكسره، فجعل أهل مكة يتعجبون ويقولون:ما رأينا رجلا أسحر من محمد (تفسیر الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل ج۲ ص۶۸۹)

جب یہ آیت نازل ہوئی فتح مکہ کے دن تو جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ کو کہا اپنی کھونٹی لیں پھر ان (بتوں) کو ڈال دیں پس رسول اللہ ایک ایک بت کے پاس آتے اس کی آنکھ میں کھونٹی چبھوتے اور کہتے حق آگیا اور باطل کھسک گیا پس بت منہ کے بل گر پڑتا حتی کہ آپ نے تمام بتوں کو گرادیا البتہ بنو خزاعہ کا بت کعبہ کے اوپر باقی رہ گیا اور وہ تانبے کا تھا آپ نے حضرت علی سے فرمایا اس کو پھینک دے رسول اللہ نے اس کو اٹھایا یہاں تک کہ حضرت علی کعبہ پر چڑھ گئے پس اس کو پھینک کر توڑ دیا تو اہل مکہ تعجب کر کے کہنے لگے محمد سے بڑا جادوگر نہیں دیکھا۔

علامہ زمخشری کے بعد اس طرح کی عبارت بیضاوی، نیشاپوری، شربینی، ابو السعود، اسماعیل حقی، ابو العباس الفاسی، نے اپنی تفسیروں میں نقل کی ہے۔اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ فتح مکہ کا ہے مگر کسی نے بھی اس کی سند ذکر نہیں کی، ہو سکتا ہے کہ ماقبل میں مذکور بالا واقعہ کو فتح مکہ کا واقعہ سمجھ کر اپنے لفظوں میں اس کو نقل کر دیا ہو۔واللہ اعلم بالصواب

تنبیہ 4:

بعض حضرات اپنے مسلک کے ثابت کرنے میں افراط تفریط سے کام لیتے ہیں جس سے توہین رسالت کا شبہ ہوتا ہے جیسے بعض حضرات افضلیت صدیق

اکبرؓ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں،،جولعاب حضرت علیؓ کی آنکھ میں لگا،وہ حضرت ابوبکرؓ کی ایڑی میں لگا،،اس میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب مبارک حضرت ابوبکرؓ کی ایڑی میں بھی لگایا تھااور حضرت علیؓ کی آنکھ میں بھی لگایا تھا۔لیکن مذکورہ بالا انداز استدلال سے لعاب رسول کی توہین کا شبہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے لعاب کی شان سے صدیق اکبرؓ کی ایڑی کی شان زیادہ تھی نعوذ باللہ من ذلک ۔اس لیے یہ انداز بالکل مناسب نہیں۔اسی طرح بعض لوگ حضرت علیؓ کی افضلیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں،،حضرت علیؓ کے پاؤں وہاں لگے جہاں نبی مکرم فخر مجسم ﷺ کی مہر نبوت تھی،،اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؓ کو جب رسول اللہ ﷺ نے اپنے کندھوں پر اٹھایا تو ان کے پاؤں آپ ﷺ کے کندھوں پر لگے ہوں گے اور مہر نبوت آپ ﷺ کے کندھوں سے نیچے تھی لیکن اس انداز استدلال سے بھی رسول اللہ کی توہین کا شبہ ہوتا ہے۔اس سے سننے والا سمجھتا ہے کہ شاید حضرت علیؓ کے پاؤں رسول اللہ ﷺ کی مہر نبوت سے افضل اور زیادہ شان والے تھے۔اس لیے یہ انداز بھی بالکل غیر مناسب ہے۔باقی حضرت علیؓ کو جیسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے مبارک کندھوں پر اٹھایا تھا اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسنؓ حضرت حسینؓ ،اور حضرت امامہ بنت زینبؓ کو بھی اپنے کندھوں پر اٹھایا تھا جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔اس لیے یہ حضرت علیؓ کی فضیلت تو ہے مگر فضیلت خاصہ نہیں ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

محمد اسماعیل میلسوی

فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

22 ذیقعدہ بعد نماز عشاء بروز سوموار 1434ھ

لقب حمیراء کی تحقیق

تالیف

محمد اسماعیل میلسوی
فاضل جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑپکا

عرض مؤلف

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

آج تک جتنی کتابیں اور رسالیں تالیف ہوئے ان کا کوئی نہ کوئی خاص سبب بنتا ہے اور اس سبب کے پیش آنے کے بعد وہ کتاب یا رسالہ معرض وجود میں آجاتا ہے۔ اسی طرح اس رسالہ کی تالیف کا سبب یہ ہے کہ فاضل نوجوان محترم ومکرم مولانا راشد محمود ضیاء بن مولانا عبید الرحمن ضیاء کمالوی صاحب فاضل جامعہ باب العلوم کہروڑپکا سے جامعہ باب العلوم میں ملاقات ہوئی، ان کے ساتھ مختلف موضوعات پر گفتگو چل رہی تھی کہ انھوں نے ذکر کیا کہ حضرت عائشہ ؓ کا لقب حمیراء احادیث میں مذکور ہے یا نہیں؟ بندہ نے اسی وقت احادیث دیکھ کر بتایا کہ یہ لقب تو احادیث میں مذکور ہے۔ انھوں نے کہا کہ ایک جلسہ میں ایک خطیب صاحب نے اپنی تقریر کے دوران اس کی بڑی شدومد کے ساتھ تردید کی میں نے اس سے بات چیت کی تو وہ کہنے لگا کہ حضرت عائشہ ؓ کا یہ لقب احادیث میں نہیں ہے، یہ رافضیوں کا مشہور کردہ ہے۔ پھر انھوں نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ آپ اس موضوع پر قلم اٹھائیں اور محقق طور پر واضح کریں کہ آیا حضرت عائشہ ؓ صدیقہ کا یہ لقب صحیح احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ چنانچہ بندہ نے اللہ تعالی کی توفیق ونصرت سے چند صفحات لکھے ہیں۔ ان کان فیہ خطا فمنی وان کان صوابا فمن اللہ

محمد اسماعیل میلسوی

فاضل جامعہ باب العلوم کہروڑپکا

الحمد لاھلہ والصلاۃ والسلام علی اھلھا امابعد

حضرت عائشہ ؓ کا لقب "حمیراء" مشہور ہے اس کے متعلق تین امور درج ذیل ہیں (۱) حمیراء کا معنی (۲) حمیراء کا ثبوت احادیث صحیحہ سے۔ (۳) ایک اشکال کا ازالہ۔

(۱) لفظ حمیراء کے معنی کی تحقیق:

حمیراء الف ممدودہ کے ساتھ ہے یعنی اس کے اخیر میں الف اور ہمزہ ہے اور حمیرۃ گول تاء کے ساتھ نہیں ہے۔ حمیراء، حمراء کی تصغیر ہے۔ حمراء مؤنث کا صیغہ ہے اس کا مذکر احمر آتا ہے۔ احمر اس مذکر کو کہتے ہیں جس کے سفید رنگ میں سرخی کی جھلک ہو اور حمراء اس مؤنث کو کہتے ہیں جس کے سفید رنگ میں سرخی کی جھلک ہو۔ سرخ عورت کو بھی حمراء کہتے ہیں اور سرخ اونٹنی کو بھی حمراء کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ ؓ کا لقب حمیراء اسی معنی کے لحاظ سے ہے کیونکہ آپ سفید رنگ کی تھیں اور آپ کے اس سفید رنگ میں کچھ سرخی کی جھلک تھی جو کہ سب سے زیادہ خوبصورت رنگ ہے۔

جب کسی اسم سے تصغیر بناتے ہیں تو کئی معانی کے حصول کیلئے بناتے ہیں: کبھی مقصد حقارت ہوتا ہے جیسے رُجَیلٌ معمولی اور گھٹیا آدمی،...... کبھی مقصد تقلیل ہوتا ہے جیسے "دُرَیْھِمَاتٌ" تھوڑے سے دراہم،...... کبھی مقصد تقریب ہوتا ہے جیسے قبیل العصر عصر سے تھوڑی دیر پہلے،...... کبھی مقصد شفقت و پیار ہوتا ہے جیسے یَا بُنَیَّ اے پیارے بیٹے! (الکلیات ص:302)

رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کو جو تصغیر کے ساتھ حمیراء فرمایا کرتے تھے تو وہ پیار محبت اور شفقت و مہربانی کے طور پر فرمایا کرتے تھے یعنی اے پیاری سرخ رنگ والی!

حضرت عائشہ ؓ کا رنگ سفید تھا اور اس میں کچھ سرخی کی جھلک تھی نیز رسول اللہ ﷺ آپ ؓ کو حمیراء پیار و محبت سے کہتے تھے اس پر چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں:

(۱)......ابو عثمان الجاحظ المتوفی ۲۵۵ھ لکھتے ہیں

وربّما صغّروا الشیء من طریق الشّفقة والرّقّة کقول النبیّ صلی اللہ علیه وسلم لعائشة: الحمیراء (الحیوان ج۱ ص ۲۲۳)

بسا اوقات کسی چیز کی تصغیر بناتے ہیں بطور شفقت اور رحمت کے جیسے نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ کو حمیراء کہا کرتے تھے۔

(۲)......مطہر بن طاہر مقدسی المتوفی ۳۵۵ھ لکھتے ہیں:

وکانت بیضاء مشربة حمرة فکان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یسمیها الحمیراء (البدء والتاریخ ج ۵ ص ۱۱)

حضرت عائشہ سفید رنگ والی تھیں جس میں کچھ سرخی کی جھلک تھی اس لیے رسول اللہ ﷺ آپ کا نام حمیراء لیتے تھے۔

(۳)......ابو منصور محمد ازہری المتوفی ۳۷۰ھ لکھتے ہیں:

کَانَت العربُ تُسمِّی العَجَم: الْحَمْرَاء ؛ لِغلبة الْبیَاض علی ألوانهم، وَیَقُولُونَ لمن علا لونَه البیاضُ أحمَر، وَلذَلِک قَالَ النَّبِی صلی اللہ عَلَیْهِ وَسلم لعَائِشَة: یَا حُمیراء، لغَلَبة الْبیَاض علی لَوْنها (تہذیب اللغۃ ج ۶ ص ۴۰)

عرب لوگ عجمیوں کو حمراء کہتے تھے کیونکہ ان کے رنگ پر سفیدی

غالب ہوتی ہے اور اہل عرب اس شخص کو جس کے رنگ پر سفیدی غالب ہو احمر کہتے ہیں اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کو فرمایا یا حمیراء کیونکہ ان کے رنگ پر سفیدی غالب تھی۔

(۴)......علامہ ابو الحسن علی بن محمد دار قطنی المتوفی ۳۸۵ھ لکھتے ہیں:

”قال ابو الحسن کانت عائشة بیضاء مشربة حمرة وقال لها النبی ﷺ یا حمیراء“۔(تعلیقات الدار قطنی علی المجروحین لابن حبان ۱۲۳)

ابو الحسن دار قطنی کہتے ہیں حضرت عائشہ ؓ سفید رنگ والی تھیں اور ان کے سفید رنگ میں سرخی ملی ہوئی تھی اور نبی کریم ﷺ نے ان کو کہا تھا: یا حمیراء۔

(۵)......علامہ عبد اللہ البکری الاندلسی المتوفی ۴۸۷ھ لکھتے ہیں

والعرب تسمّی المرأة الحسناء حمراء. وثبت أن النبی صلی اللہ علیه وسلم کان یسمّی عائشة: الحمیراء (سمط اللآلی فی شرح أمالی القالی ج ۱ ص ۴۶۳)

عرب حسین عورت کا نام حمراء رکھا کرتے تھے اور ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت عائشہ ؓ کو حمیراء کا نام دیتے تھے۔

(۶)......ابو محمد قاسم الحریری المتوفی ۵۱۶ھ لکھتے ہیں

وَالْعرب تسمی الْبَیْضَاء حَمْرَاء کَمَا تسمی السَّوْدَاء خضراء. وَفِی الْأَخْبَار المأثورة أَنه صلی اللہ عَلَیْهِ وَسلم کَانَ یُسَمِّی عَائِشَة رَضِی اللہ عَنْهَا الْحُمَیْرَاء. (درة الغواص فی أوهام الخواص ص:204)

اور عرب لوگ سفید عورت کو حمراء کہتے ہیں جیسے کہ سیاہ عورت کو خضراء کہتے ہیں اور احادیث منقولہ میں ہے کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کا نام حمیراء لیتے تھے۔

(۷)...... ابوالفضل احمد نیشاپوری المتوفی ۵۱۸ھ لکھتے ہیں

وکانت عائشة رضی الله عنها تسمی "الْحُمَيْرَاءَ" لغلبة البیاض علی لونها . (مجمع الأمثال ج ۱ ص ۱۹۹)

اور حضرت عائشہ ؓ کا نام حمیراء رکھا گیا کیونکہ ان کے رنگ پر سفیدی غالب تھی۔

(۸)...... قاضی عیاض المتوفی ۵۴۴ھ لکھتے ہیں

مثل قَوْله لعَائِشَة يَا حميراء تَصْغِير إشفاق وَرَحْمَة ومحبة (مشارق الأنوار علی صحاح الآثار ج ۱ ص ۳۵۸)

جیسے رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کو فرمایا یا حمیراء یہ تصغیر شفقت رحمت و محبت کیلئے ہے۔

(۹)...... ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں!

وَالْعرب تَقول: امْرَأَة حَمْرَاء: أَي بَيْضَاء، وَمِنْه قَوْله لعَائِشَة: " يَا حميراء " (کشف المشکل من حدیث الصحیحین ج ۴ ص ۳۱۹)

عرب کہتے ہیں امراۃ حمراء یعنی سفید عورت اسی سے ہے رسول اللہ ﷺ کا حضرت عائشہ کو یا حمیراء کہنا (یعنی اس کا بھی یہی معنی ہے)

(۱۰)...... مبارک بن محمد ابن اثیر جزری المتوفی ۶۰۶ھ لکھتے ہیں

كَانَ يَقُولُ لَهَا أَحْيَانًا يَا حُمَيْرَاء تَصْغِير الحَمْرَاء، يُرِيدُ البَيْضاء. وَقَدْ تَكَرَّرَ فِي الحديث (النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر ج ۱ ص ۴۳۸)

رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ ؓ کو کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے یا حمیراء یہ حمراء کی تصغیر ہے آپ ﷺ مراد لیتے تھے سفید رنگ والی اور یہ لقب حدیث میں بار بار آیا ہے۔

(۱۱)...... ابن الاثیر علی بن محمد جزری المتوفی ۶۳۰ھ فرماتے ہیں

اراد فی موضع آخر بالأحمر: الأبيض، بدليل قول العرب: امرأةٌ

حمراءُ، يَعْنونَ: بيضاء، ومنه قوله - صلى الله عليه وسلم - لعائشة - رضى الله عنها -: يا حُمَيْراءُ (جامع الأصول ج ۱ ص ۲۲۲)

دوسری جگہ احمر سے سفید مراد لیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ عرب کا قول ہے امراۃ حمراء اس سے وہ سفید عورت مراد لیتے ہیں، آپ ﷺ کا حضرت عائشہ ؓ کو یا حمیراء کہنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

(۱۲)...... علامہ یحیی بن شرف نووی المتوفی ۶۷۶ھ لکھتے ہیں

والتصغیر فی الحمیراء هنا تصغیر تحبیب، (تہذیب الأسماء واللغات ج ۳ ص ۷۱)

حمیراء میں تصغیر محبت کیلئے ہے۔

(۱۳)...... جمال الدین محمد ابن منظور افریقی المتوفی ۷۱۱ھ لکھتے ہیں

قَالَ النَّبِيُّ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لِعَائِشَةَ: يَا حُمَيراء، لِغَلَبَةِ الْبَيَاضِ عَلَى لَوْنِهَا، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا. (لسان العرب ج ۱۳ ص ۴۳۱)

نبی ﷺ نے حضرت عائشہ کو فرمایا یا حمیراء کیونکہ ان کے رنگ پر سفیدی غالب تھی۔

(۱۴)...... علامہ شمس الدین محمد ذہبی المتوفی ۷۴۸ھ لکھتے ہیں

وَكَانَتِ امْرَأَةً بَيْضَاءَ جَمِيْلَةً، وَمِنْ ثَمَّ يُقَالُ لَهَا: الحُمَيْرَاءُ، (سیر أعلام النبلاء ج ۲ ص ۱۴۰)

حضرت عائشہ سفید رنگ والی خوبصورت عورت تھیں اسی وجہ سے آپ کو حمیراء کہا جاتا تھا۔

(۱۵)...... ملا علی قاری المتوفی ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں

(قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَبْيَضَ) أَيْ: أَبْيَضَ اللَّوْنِ

مَائِلًا إِلَى الْحُمْرَةِ، وَمِنْهُ قَوْلُهُ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " يَا حُمَيْرَاءُ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج ۷ ص ۳۰۵۸)

صحابی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ ﷺ سفید رنگ کے تھے یعنی سفید رنگ مائل بہ سرخی تھا اسی سے آپ ﷺ کا فرمان ہے اے حمیراء

ملا علی القاری مزید لکھتے ہیں

قَالَ الْقَاضِي: الْمُرَادُ بِهَذَا الِاسْتِصْغَارِ الرَّحْمَةُ وَالشَّفَقَةُ كَالتَّصْغِيرِ فِي يَا حُمَيْرَاءُ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح ج۹ ص ۳۹۶۹)

قاضی بیضاوی فرماتے ہیں اس تصغیر سے مراد رحمت و شفقت ہے جیسا کہ یا حمیراء کی تصغیر میں ہے۔

(۱۶)...... ایوب بن موسیٰ الکفوی الحنفی المتوفی ۱۰۹۴ھ لکھتے ہیں:

(التصغیر قد یجیء)"للتکریم والتلطیف کاخی وبنی علیه قوله الصلاۃ والسلام فی عائشة حمیراء" (الکلیات ص ۳۰۳)

ترجمہ :......(تصغیر کبھی آتی ہے) تکریم اور مہربانی و پیار کے لیے جیسے اُخَیّ (پیارے بھائی) بُنَیّ (پیارے بیٹے) آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا فرمان حضرت عائشہ کے بارے میں یا حمیراء اسی معنی پر ہے۔

(۱۷)...... محمد بن عبد الباقی الزرقانی المتوفی ۱۱۲۲ھ لکھتے ہیں:

"قال: انظری یا حمیراء! تصغیر حمراء للتحبب، وهی البیضاء المشرب ببیاضها بالحمرة، وهو احسن الالوان۔ فهذا حدیث صحیح فیه حمیراء" (شرح الزرقانی علی المواهب اللدنیه ج ۱۰ ص ۱۴۵)

ترجمہ:...... حضور ﷺ نے فرمایا تو دیکھ لے اے حمیراء! یہ حمراء کی تصغیر ہے اس

میں پیار و محبت والا معنی ہے اور حمراء وہ عورت ہوتی ہے جس کا رنگ سفید ہو اور اس کی سفیدی میں سرخی ملی ہوئی ہو اور یہ تمام رنگوں میں سے سب سے بہتر رنگ ہے۔ پس یہ حدیث صحیح ہے جس میں حمیراء کا ذکر ہے۔

(۱۸)...... ابن حبان کہتے ہیں

سُهَيْل بْن ذَكْوَان الْمَكِّي يَرْوِي عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْر روى عَنْهُ عباد بْن الْعَوام وهشيم وَكَانَ يَدعِي شُيُوخًا لَمْ يرهم ويروى عَنْهُم وَكَانَ يَقُول حَدَّثتنا عَائِشَة وَكَانَت سَوْدَاء ثَنَا الْحَنْبَلِيُّ سَمِعْتُ أَحْمد بن زُهَيْر عَن يحيى بن معِين سَمِعت عباد يَقُولُ سُهَيْلُ الَّذِي يَرْوِي عَنْ عَائِشَةَ وَابْنِ الزُّبَيْرِ هُوَ سُهَيْلُ بْنُ ذَكْوَانَ لَيْسَ بِشَيْءٍ قَالُوا لَهُ صِفْ لَنَا عَائِشَةَ فَقَالَ كَانَتْ سَوْدَاءَ فَقيل لَهُ إِنَّ النَّبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَهَا يَا حُمَيْرَاءُ فَقَالَ عباد فعلمنَا أَن سهيلا كَذَّاب (المجروحین لابن حبان ج۱ ص ۳۵۳)

سہیل بن ذکوان مکی حضرت عائشہ، ابن زبیر سے روایت کرتا ہے اس سے عباد بن عوام اور ہشیم روایت کرتے ہیں سہیل بسا اوقات ایسے اساتذہ و شیوخ کا دعوی کرتا تھا جن کو اس نے دیکھا ہی نہیں تھا اور ان سے روایت کرتا تھا وہ کہا کرتا تھا حدثتنا عائشہ وکانت سوداء ہمیں عائشہ نے بیان کیا اور وہ کالے رنگ کی تھی۔ عباد کہتے ہیں کہ سہیل جو عائشہ سے روایت کرتا ہے لیس بشیء وہ کسی درجہ کا نہیں ہے (یعنی ضعیف ہے) محدثین نے اس کو کہا تو (حضرت عائشہ سے روایت کرتا ہے) ہمارے سامنے حضرت عائشہ کے اوصاف بیان کر تو اس نے کہا وہ کالے رنگ کی تھی تو اس کو کہا گیا کہ نبی کریم ﷺ تو اس کو یا حمیراء کہا کرتے تھے۔ عباد کہتے ہیں ہم نے جان لیا کہ سہیل کذاب اور جھوٹا ہے

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کا لقب حمیراء محدثین میں مشہور و معروف تھا کیونکہ اسی سے انھوں نے سہیل کا جھوٹا ہونا متنبط کیا۔

لقب حمیراء کا ثبوت صحیح احادیث سے:

حضرت عائشہؓ کا لقب حمیراء بہت سی ضعیف احادیث میں مذکور ہے لیکن ہم ضعیف احادیث کی بجائے وہ صحیح احادیث ذکر کرتے ہیں جن سے ثابت ہے حضرت عائشہ کا لقب حمیراء تھا۔ چنانچہ وہ احادیث ملاحظہ ہوں!

حدیث نمبر ۱:...... علامہ احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ھ لکھتے ہیں:

"اخبرنا یونس بن عبد الاعلی قال اخبرنا ابن وهب قال اخبرنی بکر بن مضر عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهیم عن ابی سلمة بن عبد الرحمن عن عائشة رضی اللہ عنہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قالت: دخل الحبشة المسجد یلعبون، فقال لی: یا حمیراء! اتحبین ان تنظری الیهم؟ فقلت: نعم! فقام بالباب الحدیث (السنن الکبری للنسائی ج۸ ص۱۸۱)

ترجمہ:

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں: حبشی مسجد میں داخل ہوئے وہ کھیلنے لگے، آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: اے حمیراء! کیا تو ان کو دیکھنا پسند کرتی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! پس آپ ﷺ دروازے پر کھڑے ہوگئے۔ الحدیث۔

بعینہ اسی سند کے ساتھ اس حدیث کو امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی المتوفی ۳۲۱ھ نے بھی اپنی کتاب شرح مشکل الآثار ج ا ص ۲۶۸ میں ذکر کیا ہے

یہ حدیث سنداً صحیح ہے اس کو متعدد محدثین نے صحیح کہا ہے

(۱)...... بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی المتوفی ۷۹۴ھ

(۲)...... حافظ ابو الفضل زین الدین عبد الرحیم بن الحسین العراقی المتوفی ۸۰۶ھ

(۳)...... حافظ احمد بن علی ابن حجر المتوفی ۸۵۲ھ

(۴)...... علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ

(۵)...... علامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد ناجی المتوفی ۹۰۰ھ،

(۶)...... علامہ ناصر الدین البانی المتوفی ۱۳۳۲ھ

یہ سب محدثین اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں **اسنادہ صحیح**

(الاجابة لایراد ما استدرکته عائشة علی الصحابة ج۱ص۳۸،......تخریج احادیث الاحیاء المغنی عن حمل الاسفار ج۱ص۴۸۲،......فتح الباری شرح صحیح البخاری ج۲ص۴۴۴،...... عمدة القاری ج۶ص۲۷۰،...... عجالة الاملاء ج۲ص۷۸۶،......الثمر المستطاب ج۲ص۸۰۳)

علامہ البانی لکھتے ہیں:

قلت: وهذا إسناد صحيح رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين؛ غير يونس بن عبد الأعلى، فهو على شرط مسلم وحده (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشیء من فقهها وفوائدها ج۷ ص۸۱۸)

میں کہتا ہوں یہ صحیح سند ہے اس کے تمام راوی ثقہ ہیں شیخین کے راوی ہیں سوائے یونس بن عبد الاعلی کے کہ وہ صرف مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

حدیث نمبر ۲:...... امام بیہقی نقل کرتے ہیں:

"اخبرنا ابو عبد الله الحافظ حدثنا ابو بکر محمد بن عبد الله الجنید حدثنا احمد بن نصر حدثنا ابو نعیم الفضل بن دکین حدثنا عبد الجبار بن الورد

عن عمار الدهنی عن سالم بن ابی الجعد عن ام سلمة قالت: ذکر النبی ﷺ خروج بعض نسائه امهات المؤمنین، فضحکت عائشة، فقال: انظری یا حمیراء! ان لاتکونی انت۔" (دلائل النبوة للبیهقی ج۶ ص۴۱۱)

اس حدیث کو حاکم نے بھی لکھا ہے چنانچہ وہ نقل کرتے ہیں:

"حدثنا ابو بکر محمد بن عبد اللہ الحفید ثنا احمد بن نصر ثنا ابو نعیم الفضل بن دکین ثنا عبد الجبار بن الورد عن عمار الدهنی عن سالم بن ابی الجعد عن ام سلمة ؓ قالت: ذکر النبی ﷺ خروج بعض امهات المؤمنین۔ فضحکت عائشة، فقال: انظری یا حمیراء! ان لاتکونی انت ثم التفت الی علی فقال ان ولیت من امرها شیئا فارفق بها۔" (مستدرک حاکم ج۳ ص۱۲۹)

ترجمہ:...... ام سلمہ ؓ نقل کرتی ہیں کہ نبی ﷺ نے بعض امہات المؤمنین کے نکلنے کا ذکر کیا، پس حضرت عائشہ ؓ ہنس پڑیں تو آپ نے فرمایا: اے حمیراء! تو غور کرلے کہ کہیں وہ تو نہ ہو۔ پھر حضرت علی ؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر اس کا معاملہ تیرے سپرد کردیا جائے تو تو اس سے نرمی کرنا۔

تنبیہ 1:...... اس حدیث و متعدد محدثین نے صحیح و حسن قرار دیا ہے

(۱)...... اس حدیث کے بارے میں امام حاکم لکھتے ہیں هذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین (مستدرک حاکم ج۳ ص۱۲۹)

(۲)...... عبد الرحمن بن محمد ابن عساکر المتوفی ۶۲۰ھ نے یہ حدیث علامہ بیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے اور اس کے بعد لکھا ہے: "هذا حدیث حسن من روایة ام سلمة هند زوجة النبی ﷺ۔" (کتاب الاربعین فی مناقب امهات المؤمنین ج۱ ص۷۱) یہ حدیث یعنی نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ ام سلمہ ہند کی روایت حسن ہے۔

(۳)...... عبد الملک بن محمد نیشاپوری المتوفی ۴۰۷ھ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"اخرجه الحاکم فی المستدرک وصححه" (شرف المصطفی ج۴ ص۶۵) حاکم نے اس کو مستدرک میں لکھا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے۔

(۴)...... علامہ محمد بن یوسف الصالحی المتوفی ۹۴۲ھ لکھتے ہیں

أخرج الحاکم وصححه (سبل الهدی والرشاد فی سیرة خیر العباد ج۱۰ ص۱۴۸)

تنبیہ 2:...... اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ایک ام المؤمنین کے بارے میں اشارہ فرمایا کہ وہ کسی کے خلاف جہاد و قتال کیلئے تشریف لے جائیں گی مگر اس کا نام ذکر نہ فرمایا جب حضرت عائشہ ؓ ہنسیں ہو آپ ﷺ نے فرمایا اے حمیراء دیکھ لے کہیں تو نہ ہو۔ اس سے اشارہ ہو گیا کہ حضرت عائشہ ؓ ہی کھڑی ہوں گی۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ ؓ کو اس حدیث میں اس سے منع نہیں فرمایا۔ نیز اس حدیث میں یہ بھی صراحت نہیں کہ حضرت عائشہ ؓ کس کے خلاف کھڑی ہوں گی۔ البتہ آگے رسول اللہ ﷺ حضرت علی ؓ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا کہ اے علی! اگر اس کا معاملہ تیرے سپرد ہو تو تو اس سے نرمی کرنا۔ جس سے اشارہ ہوتا ہے کہ دراصل حضرت عائشہ ؓ کسی دوسرے کے خلاف کھڑی ہوں گی لیکن آخر کار ان کا معاملہ حضرت علی ؓ کے متعلق ہو جائے گا۔ چنانچہ کتب تواریخ کے مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان ؓ کی شہادت کے بعد حضرت طلحہ و حضرت زبیر ؓ کے ساتھ حضرت عائشہ ؓ قاتلین عثمان کے خلاف جہاد و قتال کیلئے کھڑی ہوئیں۔ یہ نکلنا حضرت علی کے خلاف نہ تھا۔ کیونکہ اس وقت حضرت علی مدینہ منورہ میں تھے اگر ان حضرات کا مقصد حضرت علی ؓ کے خلاف خروج ہوتا تو یہ لوگ مدینہ پر چڑھائی

کرتے جبکہ یہ حضرات مدینہ کی بجائے بصرہ گئے وہاں قاتلین عثمان سے جھڑپیں ہوئیں ۔ پھر حضرت علی ؓ لشکر لے کر بصرہ آئے اس غرض سے کہ چونکہ ان کو خلافت مشورہ سے مل چکی ہے اس لیے خلیفہ ہونے کے ناطے وہ خود قاتلین عثمان سے قصاص لیں گے ۔ اور کسی نے حضرت علی ؓ کے ذہن میں یہ ڈالا تھا کہ یہ حضرات آپ کے خلاف خروج کر رہے ہیں اس لیے حضرت علی ؓ جب بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو لشکر بھی ہمراہ لے لیا۔ لیکن وہاں پہنچ کر جب حضرت طلحہ و زبیر اور حضرت عائشہ ؓ سے گفتگو ہوئی تو انھوں نے کہا کہ ہم تو صرف قاتلین عثمان سے انتقام لینے کیلئے آئے تھے ۔ آپ کے خلاف خروج مقصود نہیں ہے ۔ چنانچہ حضرت علی ؓ نے رات کو آرام سے پہلے اپنے لشکر میں اعلان کروادیا کہ کل مدینہ چلیں گے اور میرے لشکر میں وہ بدبخت لوگ ہرگز نہ آئیں جو قتل عثمان ؓ میں شریک تھے ۔ اس اعلان کے بعد قاتلین عثمان ؓ کو اپنی موت سامنے نظر آنے لگی چنانچہ راتوں رات انھوں نے سازش کے تحت حضرت علی ؓ کے لشکر میں جا کر حضرت عائشہ ؓ کے لشکر پر تیر چلائے اور حضرت عائشہ ؓ کے لشکر میں جا کر حضرت علی ؓ کے لشکر پر چلائے دونوں لشکروں نے یہ سمجھا کہ دوسرے لشکر نے غداری کر دی ہے اور جنگ چھڑ گئی ۔ چنانچہ حضرت طلحہ ؓ بھی اسی جنگ جمل میں شہید ہوگئے جن کی لاش کو دیکھ کر حضرت علی ؓ نے بہت دکھ اور افسوس کا اظہار کیا کہ کاش کہ میں آج زندہ نہ ہوتا اور ان کے غزوہ احد میں دفاع رسول اللہ ﷺ میں شل ہونے والے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ حضرت زبیر ؓ بھی اسی جنگ میں شہید ہوئے حضرت زبیر ؓ کے قاتل نے جب حضرت علی ؓ کو جا کر یہ خبر دی تو جواب میں حضرت علی ؓ نے اس کو جہنم کی بشارت دی ۔ جب جنگ ختم ہوئی تو حضرت علی ؓ نے حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا کہ جیسے آپ پہلے میری

ماں تھی اب بھی آپ کی عزت واحترام وہی ماں والا ہے ۔ اور پھر حفاظت و احترام کے ساتھ آپ ؓ کو مدینہ منورہ پہنچایا۔ دیکھو اس جنگ جمل کے قصہ کی تفصیل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کا کھڑا ہونا حضرت علی ؓ کے خلاف نہ تھا لیکن سبائی سازش کے تحت آخر کار ان کا معاملہ حضرت علی ؓ کے متعلق ہوگیا اور پھر حضرت علی ؓ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت عائشہ ؓ سے نرمی کا معاملہ کرتے ہوئے عزت واحترام کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچادیا ۔ اس حدیث کا مفہوم اس رسالہ سے مقصود تو نہ تھا مگر اس حدیث پر بعض حضرات کے اشکال کی بناء پر یہ تفصیل عرض کرنا بندہ نے لازم سمجھا۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

اشکال:...... علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: و کل حدیث فیه یا حمیراء او ذکر الحمیراء فھو کذب مختلق (المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ج۱ ص۶۰) ہر وہ حدیث جس میں یا حمیراء کا لفظ ہو یا حمیراء کا ذکر ہے وہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے ۔ بقول علامہ ابن قیم کے حضرت عائشہ ؓ کے لقب حمیراء پر کوئی بھی صحیح حدیث نہیں ہے ساری من گھڑت ہیں ۔

جواب:...... علامہ ابن قیم کا کلی حکم لگانا اپنے علم کے مطابق ہے، ورنہ درحقیقت یہ کلی حکم درست نہیں چونکہ اکثر احادیث جن میں یا حمیراء کا ذکر ہے وہ ضعیف و منکر وغیرہ ہیں، اس لیے ان کو دیکھتے ہوئے علامہ ابن قیم نے یہ کلی حکم لگادیا ہے، ورنہ ہم نے جو دو حدیثیں ذکر کی ہیں وہ صحیح ہیں اور ان کے صحیح ہونے پر ہم نے محدثین کے حوالہ جات بھی نقل کردیے ہیں ۔ اس لیے علامہ ابن قیم کے اس کلی حکم سے ان دونوں حدیثوں کو مستثنی کرنا پڑے گا چنانچہ اس استثناء پر چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں!

(۱)...... حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

وَفِی رِوَایَةِ النَّسَائِیِّ مِنْ طَرِیقِ أَبِی سَلَمَةَ عَنْهَا دَخَلَ الْحَبَشَةُ یَلْعَبُونَ فَقَالَ لِی النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَا حُمَیْرَاءُ أَتُحِبِّینَ أَنْ تَنْظُرِی إِلَیْهِمْ فَقُلْتُ نَعَمْ إِسْنَادُهُ صَحِیحٌ وَلَمْ أَرَ فِی حَدِیثٍ صَحِیحٍ ذِكْرَ الْحُمَیْرَاءِ إِلَّا فِی هَذَا (فتح الباری لابن حجر ج ۲ ص ۴۴۴)

نسائی کی روایت جو ابوسلمہ عن عائشہ کی سند سے نسائی کی روایت میں ہے کہ حبشی داخل ہوئے کھیلتے ہوئے تو نبی کریم ﷺ نے مجھے (عائشہ ؓ) کو فرمایا اے حمیرا کیا تو ان کو دیکھنا چاہتی ہے میں نے کہا ہاں۔ اس کی سند صحیح ہے اور میں نے حمیراء کا ذکر کسی صحیح حدیث میں نہیں دیکھا سوائے اس حدیث کے۔

حافظ ابن حجر کا قول نقل کرنے کے بعد علامہ البانی لکھتے ہیں

قلت: ومنه تعلم أن قول ابن القیم فی المنار ص 34: "وكل حدیث فیه "یاحمیراء" أو ذكر الحمیراء فهو كذب مختلق". لیس صوابا على إطلاقه فلا تغتر به. (آداب الزفاف فی السنة المطهرة ص:272)

میں کہتا ہوں اس سے تو جان لے کہ ابن قیم کا یہ قول ’’ہر وہ حدیث میں یا حمیراء ہے یا اس میں حمیراء کا ذکر ہے گھڑا ہوا جھوٹ ہے‘‘ مطلقا صحیح نہیں ہے اس لیے تو ابن قیم کے اس قول سے دھوکہ نہ کھانا۔

(۲)...... علامہ ملا علی القاری لکھتے ہیں:

’’قال المزی كل حدیث فیه یا حمیراء فهو موضوع الا حدیثا عند النسائی۔‘‘ (المصنوع فی معرفة الحدیث الموضوع ج ۱ ص ۲۱۲)

ترجمہ:...... مزی کہتے ہیں ہر وہ حدیث جس میں یا حمیراء ہے وہ موضوع اور من

گھڑت ہے سوائے امام نسائی کی ایک حدیث کے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ مزی کے نزدیک حضرت عائشہ کے لقب حمیراء ہونے پر ایک حدیث نسائی والی صحیح ہے۔

(۲)...... ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ زرکشی المتوفی ۷۹۴ھ شیخ مزی کا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

’’قلت وحدیث آخر فی النسائی ایضا عن ام سلمة قال قالت عائشة رضی اللہ عنہا: دخل الحبشة المسجد ...واسناده صحیح وروى الحاكم فی مستدركه حدیث ذكر النبی ﷺ خروج بعض امهات المؤمنین، فضحكت عائشة، فقال: أنظری یا حمیراء... وقال صحیح الاسناد۔‘‘ (الاجابة لایراد ما استدركته عائشة على الصحابة ج ۱ ص ۳۸)

ترجمہ:...... میں کہتا ہوں نسائی میں ام سلمہ سے ایک دوسری حدیث بھی ہے، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ: حبشی لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ الحدیث۔ اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے اپنی مستدرک میں یہ حدیث نقل کی جس میں نبی کریم ﷺ نے بعض امہات المؤمنین کے خروج کا ذکر کیا اور حضرت عائشہ ہنس پڑیں تو آپ نے فرمایا: اے حمیراء! الحدیث۔ اور امام حاکم نے کہا: صحیح الاسناد

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مزی نے جس حدیث کا استثناء کیا ہے اس کے علاوہ دو اور حدیثیں بھی ہیں جو صحیح ہیں۔

(۳)...... علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

’’وقال بعضهم كل حدیث ورد فیه الحمیراء ضعیف واستثنى من ذلك ما اخرجه الحاكم من طریق عبد الجبار بن الورد عن عمار الدهنی عن

سالم بن ابی الجعد عن ام سلمۃقالت ذکر النبی ﷺ خروج بعض امھات المؤمنین۔الحدیث قال الحاکم صحیح علی شرط البخاری ومسلم۔"

(شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی ۱۷۸)

ترجمہ:...... بعض حضرات کہتے ہیں کہ ہر وہ حدیث جس میں حمیراء وارد ہے وہ ضعیف ہے لیکن اس کلیہ سے وہ حدیث مستثنی ہے جس کو حاکم نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے بعض امہات المؤمنین کے خروج کا ذکر کیا۔الحدیث۔امام حاکم کہتے ہیں یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

(۴)...... سلیمان بن صالح لکھتے ہیں:

"وقد تکلم بعض العلماء فی الاحادیث التی جاء فیھا قول النبی ﷺ فی عائشۃ حمیراء۔ ومن ذلک قول المزی فیما نقلہ ابن کثیر عنہ: کل حدیث فیہ ذکر الحمیراء باطل الا حدیثا فی الصوم فی سنن النسائی، وزاد الزرکشی حدیثا آخر ایضا، واما ابن القیم فقال: کل حدیث فیہ "یا حمیراء" أو ذکر الحمیراء فھو کذب مختلق، ویجب ان یستثنی من ھذا الاطلاق الحدیثان اللذان مر ذکرھما فی کلام المزی وما زادہ الزرکشی، واللہ اعلم۔"

(الاحادیث الواردۃ فی البیوع المنھی عنھا ص ۲۷۱)

ترجمہ:...... وہ احادیث جن میں نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ کے بارے میں "حمیرا" کہا ہے ان پر بعض علماء نے کلام کیا ہے، اس میں سے علامہ مزی کا قول ہے جس کو ابن کثیر نے ان سے نقل کیا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں حمیراء کا ذکر ہے وہ باطل ہے سوائے ایک حدیث کے جو سنن نسائی میں کتاب الصوم میں ہے اور زرکشی نے دوسری حدیث کو بھی زیادہ کیا ہے، لیکن ابن قیم نے جو یہ

فرمایا ہے کہ ہر وہ حدیث جس میں یا حمیراء یا حمیراء کا ذکر ہے وہ گھڑا ہوا جھوٹ ہے، اس اطلاق سے ان دو حدیثوں کو مستثنی کرنا ضروری ہے جن کا ذکر مزی کی کلام اور زرکشی کے اضافہ کے حوالہ سے گذر چکا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ ؓ کے لقب حمیراء پر بعض صحیح احادیث موجود ہیں، اگر اس پر صرف ایک صحیح حدیث ہوتی تو ثبوت کے لیے کافی ہوتی، یہاں تو ایک سے زائد صحیح حدیثیں ہیں۔ اس لیے اگر کوئی حضرت عائشہ ؓ کے لیے اس لقب کا انکار کرتا ہے تو وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

وما علینا الا البلاغ المبین

حضرت علی بن ابی طالب ؓ

ابو مریم

نعیم بن حکیم

شبابہ بن سوار		عبداللہ بن داود				اسباط بن محمد		عبیداللہ بن موسی		
ابن ابی شیبہ (مصنف ابن ابی شیبہ)	عبداللہ بن روح احمد بن کامل حاکم (مستدرک حاکم)	محمد بن موسی محمد بن اسحاق حاکم (مستدرک حاکم)	عبیداللہ بن یوسف طبری (تہذیب الآثار)	نصر بن علی عبداللہ بن احمد (مسند احمد)	محمد بن یونس احمد بن یوسف ابونعیم (معرفۃ الصحابہ) خطیب بغدادی (تاریخ بغداد)	احمد بن حرب نسائی (سنن کبری)	محمد بن عبید طبری (تہذیب الآثار)	محمد بن عمارہ طبری (تہذیب الآثار)	یوسف بن موسی بزار (مسند بزار)	زہیر ابویعلی (مسند ابی یعلی) محمد بن مقری ابراہیم حسین بن عبدالملک مؤید بن عبدالرحیم مقدسی (المختارہ)
1	2	3	4	5	6	7	8	9	10	11